مجموعۂ کلام

قندیل صحرائی

عاصی صحرائی

قندیل پبلشرز لندن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لندن کے ایک شاعر و ادیب، مبصر، کالم نگار و مصنف

رانا عبدالرزاق خان بی اے کی خدماتِ ادب

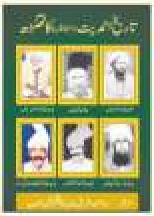

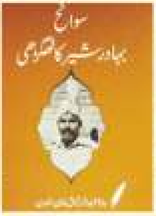
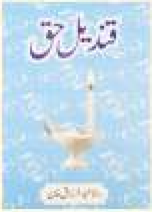

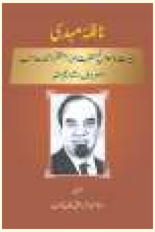

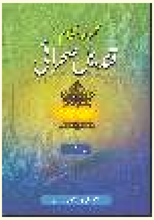

کتب کے نام

۱۔قندیل حق ۲۔قندیل علم ۳۔دانشکدہ عظیم ۴۔سپوتِ ایشیا ۵۔تاریخ کا ٹھگڑھ

۶۔سوانح بہادر شیر کا ٹھگڑھی ۷۔نافلہ مُہدی ۸۔خلافت کا جانثار

۹۔قائد اعظم کا دست راست ۱۰۔عندلیبان گلشن احمد

دیگر خدمات

- 300 سے زائد عالمی مشاعروں کا انعقاد
- ایڈیٹر قندیل ادب انٹرنیشنل لندن 10 سال سے
- ایڈیٹر قندیل حق انٹرنیشنل لندن سہ ماہی 5 سال سے
- ممبر ادارتی بورڈ اخبار احمدیہ لندن 12 سال سے
- سابق ایڈیٹر المنار ماہانہ یو کے 5 سال سے
- سابق کالم نگار و مدیر گوشہ ادب یو کے ٹائمز یو کے۔ 10 سال

رانا عبدالرزاق خان

مدیر: قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

++44 7886 304637 (Mob)

قندیل صحرائی

مجموعہ کلام

رانا عبدالرزاق خان
عاصی صحرائی

©جملہ حقوق محفوظ

کتاب　　　قندیل صحرائی

شاعر　　　رانا عبدالرزاق خان۔عاصی صحرائی

اشاعت اوّل　　نومبر 2023ء

سرورق

ناشر　　　رانا عبدالرزاق خان

رابطہ و کتاب ملنے کا پتہ

103 Peterborough Road

SM5 1EE London UK.

تشکر

میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے بعد اپنے بزرگ استاذہ شعراء کا بھی شکر ادا کرتا ہوں۔جن میں محترم آدم چغتائی صاحب مرحوم، محترم عبد الکریم قدسی صاحب مرحوم اور مکرم ڈاکٹر منور احمد کنڈے صاحب اور محترم مبارک صدیقی صاحب کا نام بھی آتا ہے۔جن سے اصلاح لی۔اور میری شاعری کو پروان چڑھانے میں نیز اس کتاب کی تکمیل میں میری مدد کی۔یہ کتاب میں ان محسنوں کے نام کرتا ہوں۔

عاصی صحرائی

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
	پیش لفظ۔ رانا عبدالرزاق خاں	
	محترم ڈاکٹر پروفیسر عبدالکریم خالد پی ایچ ڈی شاعر وادیب ونقاد ودانشور لاہور	
	ڈاکٹر فرحت عباس شاہ مشہور شاعر وادیب ودانشور	
	محترم مبارک صدیقی صاحب مشہور شاعر وادیب	
	محترم آفتاب احمد شاہ صاحب شاعر وادیب ودانشور	
	ڈاکٹر منور احمد کنڈے رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی تصنیف ''قندیلِ صحرائی''	
	عبدالحمید حمیدی شاعر وادیب وایڈیٹر کاروان ادب ٹورونٹو کینیڈا	
	عبدالکریم قدسی۔ امریکہ وسیع المطالعہ تخلیق کار	
	رانا محمد حسن خان۔ تبصرہ مجموعہ کلام قندیل صحرائی	
	اسحاق ساجد ایڈیٹر سمندر انٹرنیشنل جرمنی	
	شاعر ادیب ایڈیٹر ہفت روزہ امن محترم مبشر شہزادہ گلاسگو، سکاٹ لینڈ	
	شاعرہ ادیبہ ذہنہ صدیقی صاحبہ، دانشور سیراج زیبائی، شاعر وادیب بشارت احمد	
	حمت باری تعالیٰ۔ دم دم کروں میں حمدیں تیری	1
	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نامِ احمد کی ہے پھیلی تازگی	2
	نعتیہ نظم۔ اللہ کے محبوب پر	4

	غزل۔ابرِ کرم کی آنکھ سے دیکھا ہے	6
	غزل۔ٹوٹے ہوئے آسمان کے تارے	7
	غزل۔میرے محبوب خوابوں کی مرے	8
	غزل۔منظورِ نظر شخص کے	9
	غزل۔یہ خوار گی درِ قدرت کے ہجر	10
	غزل۔کمال ہو گیا	11
	غزل۔میرا دلدار میرے ساتھ	12
	غزل۔جب جاگتا ہوں	13
	غزل۔دشتِ سخن میں شوخی	14
	غزل۔شعر آمد کے سناتا ہوں	15
	غزل۔اکرام یوں کیا ہے	16
	غزل۔بر سرِ خام خیالی میں	17
	غزل۔تذکرے میں ہی کہیں	18
	غزل۔جو تو میرا حبیب ہے	19
	غزل۔ہم نوا کوئی ستائش	20
	غزل۔دامنِ آنکھا اگر دیکھ کے	21
	غزل۔عدو کہاں ہیں مرے	22

	غزل۔میرا محبوب خدا مجھ سے	23
	غزل۔کاش یوں کہ فلک	24
	غزل۔اک تماشا میں سجاتا ہوں	25
	غزل۔اک مفلس کی ہتک	26
	غزل۔سرِ افلاک تمہیں	27
	غزل۔ایک مصرعہ کرے عطا اس کو	28
	غزل۔قبر پر اس کی کہیں گے	29
	غزل۔خموش ہوں کہ اگر	30
	غزل۔اک آگ جلے دل میں	31
	غزل۔ہجر میں اتنا چلا پاؤں کے چھالے	32
	غزل۔بنا ہوا ہے مرے واسطے	33
	غزل۔خیال آتے ہیں اب تو	34
	غزل۔تمہارے سر پہ ہے سایہ ہمارا	35
	غزل۔اذن لے کر بھی محبت نہیں کر سکتا میں	36
	غزل۔آپ بھی گر دل سے ہم کو	37
	غزل۔بند در سب کر دئے تو	38
	غزل۔شیشے پڑے ہوئے ہیں	39

	غزل۔اُڑتے وقت کو تسخیر کرنا	40
	غزل۔لکھ کے سب اوراق نیچے حاشیہ	42
	غزل۔سہا سہا وطن ہے میرا	43
	غزل۔آنکھوں سے سننے والا	44
	غزل۔عرش سے نازل ہوا حرف حق	45
	غزل۔شعر وہ ہے کہ جس کا	46
	غزل۔ذہن و دل میں قصر ہیں کتنے بنا لئے	47
	غزل۔پہلے رقیب کا تھا	48
	غزل۔خوشیوں محبتوں کی	49
	غزل۔گُم ہوا دل ڈھونڈتا ہوں	50
	غزل۔بات کرتی ہیں وہ چشم غزالوں کی مانند	51
	غزل۔ملاؤں کی یلغار ہے پاکستان میں	52
	غزل۔ہر سر پہ اب عزت کی دستار نہیں ہے	54
	محبت۔محبت ابروئے خمدار بھی ہے	55
	غزل۔ادب کے مہ پاروں سے سُخن بیدار کرتے ہیں	56
	غزل۔تھی وہ لفاظی جسے حسنِ بیان سمجھتا رہا	57
	غزل۔حرمتِ بادہ جام کیا سمجھیں	59

	غزل۔رندافسانہ اقرار بھلا کیا سمجھیں	61
	غزل۔قلوبِ سروراں ایمان کیا	63
	غزل۔اے ماہِ بے مثال	64
	غزل۔ذہن کو پہلے کشادہ کریں	66
	غزل۔وقت کا انتظار اچھا نہیں	68
	غزل۔ہونہ جاتے امر خود بخود	70
	غزل۔دریا نہ موج اور نہ دھارے	71
	غزل۔پریشاںِ ہر گلِ خنداں ہے دوستو	72
	غزل۔قہرِ آفاق جھیلنے کے لئے	74
	غزل۔شجر پہ ثمر ہیں	76
	غزل۔ان آنکھوں نے کیا منظر دیکھے ہیں	77
	غزل۔حسن والوں کی اداؤں سے	78
	غزل۔اپنی عقیدتوں کا نہ ہرگز شمار کر	79
	غزل۔شکایت کر رہی ہے یہ	80
	غزل۔محبتوں کی آگے بھی لے آئے ہیں	81
	دعائیہ غزل۔چاہے تو وہ پتھر میں بھی پھل پھول لگا دے	82
	ماں۔ماں کی اُفت بھری دعا لے لو	83

	تیرے شہر کے لوگ ۔عدل کے نام ہر ظلم روا ہے یہاں	84
	غزل ۔محبتوں کی آگ بھی لے آئے ہیں	85
	غزل ۔مگر مقتول میں ہر مقتول کی غیرت درخشاں تھی	86
	غزل ۔شام ہو جائے تو کہہ دیتا ہے مے خانہ ہوں	87
	غزل ۔تمناؤں میں آباد چل کر	88
	غزل ۔ ملنے کو تڑپتا ہوں	89
	غزل ۔ دیکھتا ہے چرخ حسنِ انتخاب	90
	غزل ۔اہل چمن کے ہم تو ستائے ہوئے ہیں لوگ	91
	غزل ۔تقدیر میں دیدار ترا	92
	غزل ۔امیر شہر کے وعدوں کا	93
	غزل ۔اے نادان تجھے کیا علم	94
	غزل ۔دشمنِ قرآن ہے مفتی عزیز	95
	غزل ۔مغموم سی یہ بستی ہے	96
	غزل ۔ ہر سمت خوشبو لائے گی	97
	غزل ۔ ہے قیامت کا اندھیرا	99
	غزل ۔آج وہ روز سعید ہے	100
	غزل ۔ پھول لگتا گلاب لگتا ہے	102

	غزل۔ہاتھ شل ہوتے ہیں	103
	غزل۔کیسے غم جوتو اترسے	104
	غزل۔کیا غم جوتو اترسے وہ باہم نہیں رہتا	105
	غزل۔مجھے اس کے خلاف مت کرنا	106
	غزل۔ایسی فضول شئے کی کفالت کرے گا کون	103
	غزل۔تیرا پامال تیرے خواب سے	108
	غزل۔دل لگانے سے باز رہتے ہیں	109
	غزل۔پہلے تو اشک فشانی پہ	110
	غزل۔اک خماری سی مرے دل میں	111
	غزل۔کب تلک خواب نگر	112
	غزل۔اپنے دل سے جو بہت کام لیا کرتے ہیں	113
	غزل۔اتنا شکر ہے کہ خرچے نہیں پورے ہوتے	114
	غزل۔عشق میں دیتے ہوئے جان	115
	غزل۔ہائے افسوس میرے یار نہیں دیکھ سکے	116
	غزل۔ویسے کہنے کے لئے تیرا سخن غالب ہے	117
	غزل۔میں چاند بنالوں گا	118
	غزل۔چشم پھر بہہ پڑی	119

	غزل۔طلاق دے چکا ہوں	120
	غزل۔نیند کو اوڑھ لے جائے گی	121
	غزل۔ہاتھوں میں بھینچ	122
	غزل۔ساتھ تیرا ہے قبیلے کے سہارے کی طرح	123
	غزل۔اظہارِ عشق واسطے تھا اہتمام پر	124
	غزل۔یہ میرا حکم ہے اس حکم کی تعمیل تو کر	125
	غزل۔ہر دشت میں ڈھونڈا ہے	126
	غزل۔اپنے دل میں ہی کہیں	127
	غزل۔قلم کا مقام بالا ہے	128
	نذر قدسی مرحوم	129
	غزل بہت سے مراحل	130
	غزل۔عشق ایک اعلیٰ وصف	131
	غزل۔حُسن سے غض بصر میں نے کیا ہے کئی بار	132
	غزل۔مرے وجود کو دل کوئی رہگزر دے دے	133
	غزل۔ضعیف عشق میں چلنے کی کچھ بساط نہ ہو	134
	غزل۔جب بھی تنہائی کہے بات ہی تب کرتے ہیں	135
	غزل۔اپنی پگڑی سرِ مقتل کبھی لہرانی ہے	136

137	غزل۔وا ہمے دل کے جہاں میں جو خلا ہو جائیں	
138	غزل۔ پیچھے سبھی خوش باش ہوں سوان کو ہسا کر	
139	غزل۔کمال شے ہے یہ دنیا کمال ہونا ہے	
140	غزل۔ایک دوزخ ہے محبت جو وہاں جائے گا	
141	غزل۔خود بتاؤ مجھے یہ ٹھیک ہے یا ٹھیک نہیں	
142	غزل۔روز تلوار یہ ماحول بنا لیتا ہے	
143	غزل۔کسی کی بننے لگی ہو اگر جفاؤں سے	
144	غزل۔کہیں بھی ڈھونڈ لو وہ سانحہ نہیں ملنا	
145	غزل۔ضعیف عشق میں چلنے کی کچھ بساط نہ ہو	
146	غزل۔جب بھی تنہائی کہے بات ہی تب کرتے ہیں	
147	غزل۔ہمارا عشق کہاں کس نے کیا شمار کیا	
148	غزل۔کبھی کسی کو بھی خود سے اگر جدا کرنا	
149	غزل۔ پیچھے سبھی خوش باش ہوں سوان کو ہسا کر	
150	غزل۔ہم تمہیں آنکھ کے منظر میں نظر آئیں گے	
151	غزل۔کمال شئے ہے یہ دنیا کمال ہونا ہے	
152	غزل۔ایک دوزخ ہے محبت جو وہاں جائے گا	
153	غزل۔پیش آجائے اگر کوئی تقاضا اس کو	

	غزل۔زورِتلوار پہ ماحول بنالیتا ہے	154
	غزل۔کسی کی بننے لگی ہواگر جفاؤں سے	155
	غزل۔آپ کا احسان کب تک سر پہ رکھیں گے غریب	156
	غزل۔شہرابہام میں آباد نہیں ہوسکتے	157
	غزل۔دیکھوز میں پہ رزق تو بڑھ کے اٹھالوں گا	158
	غزل۔ اس کو بتلانا کہ خواب گاہوں میں ہے	159
	غزل۔خامشی اس کے لئے دل میں دعا کرتی ہے	160
	غزل۔چیخ اٹھے گا حسیں خواب نظر آجائے	161
	غزل۔یزید شرم تجھے ان کا کچھ خیال نہیں	162
	غزل۔کب تلک ساتھ ہے ترا میرا	163
	غزل۔گنگناؤں جو میں ہر وقت ہی مدحت میں تیری	164
	غزل۔ شعر جو رنگِ تغزل میں ڈھلے کہتا ہوں	165
	غزل۔اب تو ہو جاتی ہے خود ہی بڑی تشہیر تری	166
	غزل۔ پرش کی جنگ نہیں بنتی کسی ناری سے	167
	غزل۔نہ عنایت نہ رعایت کر کے	168
	غزل۔اپنے در سے نہ والی کو بھگایا جائے	169
	غزل۔شاعری سنتے ہوئے چہرے پہ آداب سجا	170

171	غزل۔کب سے کریں گے سب درو دیوار محبت	
172	غزل۔چھوڑ دے تو بھی اُسے مخلص دلا اُس شخص کو	
173	غزل۔میرے جیسے ولا کو مانتے ہو؟	
174	غزل۔جھوٹ بھی بولے گی اور اس پہ قسم کھائے گی	
175	غزل۔خلافت حُرمتِ اسلام کا واحد قرینہ ہے	
176	نظم خلافت۔خوش رنگ ہے شاداب ہے خیابانِ خلافت	
179	خلافت۔بخشی ہے خلافت نے اک جرائتِ رندانہ	
180	غزل۔سوسالہ جوبلی	
181	قطعہ	
182	غزل۔ذہن میں یاد کی اک قبر کو کھودا ہوگا	
183	غزل۔بنا محنت کے اگر مفت میں گھر مل جائے	
184	غزل۔دھوپ میں رکھو اگر برف پگھل جائے گی	
185	غزل۔دورِ خاموشی مٹا اور حسیں عدت کر	
186	غزل۔یہ اُداسی جو محبت کا دیا ہے افسوس	
187	غزل۔آنکھ میں خواب نیا جب بھی سموجاتا ہے	
188	غزل۔جمع کر کر کے جو زنبیل کو بھر لاتی ہے	
189	غزل۔سختیاں زندگی میں آتی ہیں	

	غزل۔میں گر پڑا تھا زمیں پر جو لڑکھڑاتے ہوئے	190
	غزل۔جلوا کے محبت کے دیئے سامنے آیا	191
	غزل۔یا اُٹھا مار کوئی سنگ ہی اُس کے سر پر	192
	غزل۔بوقتِ مرگ بھی چلتی ہے قید اسیر کے ساتھ	193
	غزل۔جی رہا ہوں تو ہمات کے ساتھ	194
	غزل۔آپ آئے نظارے بیٹھ گئے	195
	غزل۔وہ کہاں جائے جو بے خوف و خطر ہو میرا	196
	غزل۔دوستو جھوٹی کہانی کوئی گھڑ سکتا ہے	197
	غزل۔اک تمنا ہے ترے دل کا مکیں ہو جاؤں	198
	غزل۔اگر خطا ہو تو کہتی ہے صرف مستی ہے	199
	غزل۔تمہارے واسطے لڑتا ہوں سب سے	200
	غزل۔خلافت کی محبت جب دلوں میں جگمگاتی ہے	201
	غزل۔کہا ہے دشت نے ایسا جوان چاہتا ہوں	202
	غزل۔یہ روشنی قبول کر یہ خواب ہے اجل نہیں	203
	غزل۔خوب مارا جو لڑائی ہوئی اس کی میری	204
	غزل۔تنگ آ کر کبھی دامن میں چھپا لوں دنیا	205
	غزل۔ہجر کی تار کٹے اور وصال آ جائے	206

	غزل۔دشمن نظر میں آئے تو منہ زور وار کر	207
	غزل۔اس نے کس طور صفائی سے ہے ٹالا مجھ کو	208
	غزل۔قبر کے راستے سے جانبِ افلاک آیا	209
	غزل۔لے کے آجاؤں گا محنت سے ثمر میں ایک روز	210
	غزل۔کام کے پیچھے پڑو کام تبھی ہوتا ہے	211
	غزل۔دشت کو چھوڑ کے آیا ہی نہیں گھر جانا	212
	غزل۔کیا سناؤں تمہیں نئی آواز	213
	غزل۔چلا جو خواب نگر راستہ بھی ٹھیک نہ تھا	214
	غزل۔مزاج سخت نہیں نرم گیر ہے میرا	215
	غزل۔دشت کی وادی میں مجنوں کی جبیں دیکھتا ہوں	216
	غزل۔اے مرے خواب رساں خوب عنایت ہم پر	217
	غزل۔جو تجلی میرے سینے میں نہاں ہے آئے	218
	غزل۔سبز باغیچہ بھی اب دشتِ بلا ہے مجھ کو	219
	غزل۔یہ مرے علم میں تھا ہی نہیں کب کھول دیئے	220
	غزل۔اور غربت میں فقط بھوک ہی سیکھی ہم نے	221
	غزل۔ہوگئی رسمِ ازادارئِ شہیدادا	222
	غزل۔ذہن میں اک تلوار بنا	223

	غزل۔سرد چھاؤں ہو تو چھاؤں سے میں بچ سکتا ہوں	224
	غزل۔نہیں گھبراتا میں کوئی بھی سفر آجائے	225
	غزل۔خاک میں تیرا حسن مل جائے	226
	غزل۔وہ رو رہا ہوں وفا داریِ تعلق پر	227
	غزل۔طشتری میں پیش کر بارِ دیگر	228
	غزل۔بے وفا لوگ خردمندِ جہاں ہوتے ہیں	229
	غزل۔قابلِ رشک ہے ترا لہجہ	230
	غزل۔اڑائی ذہن کے پنجرے سے اب ہما میں نے	231
	غزل۔کرنا ہے عیاں اس کو گماں میں نہیں رکھنا	232
	غزل۔کچھ سکونِ قلب و روح ستم سے اپنے	233
	غزل۔رونقیں ختم نہ ہوں دل کے عزا خانے میں	234
	غزل۔ایک آواز لگائی میں نے	235
	غزل۔درد کو سینچتا ارمان کبھی دیکھا ہے	236
	غزل۔تشنہ لب ہو گیا ہے دریا بھی	237
	غزل۔داغ مت ڈالنا اس چادر پر	238
	غزل۔میں نے جو دشت کو ہی در جانا	239
	غزل۔جو ادا کرتا ہوں اے دوست مرے سانسوں میں	240

	غزل۔آؤمل جل کے زمانے میں محبت بانٹیں	241
	غزل۔میرے حصے میں خسارے آئے	242
	غزل۔کاش مل جائے مرے دوست سہارا کوئی	243
	غزل۔ذہن فطرت کے سبھی وہم وگماں دیکھیں گے	244
	غزل۔جومحبت کا امیں ہوجائے	245
	غزل۔مجھے بچانے فلک سے ترا جمال آجائے	246
	غزل۔اشک آبِ عجب	247
	غزل۔چاہیئے ہم کوانہیں خوب نمسکار کریں	248
	غزل۔پہاڑ دشت جہانِ خراب شامل ہیں	249
	غزل۔شاید اڑانِ وصل بنے گی عذابِ ہجر	250
	غزل۔آج مصروف ہوں میں دفتر میں	251
	غزل۔تو باغ کا ہے یا پھر خاکِ دشت کا ہے تو	252
	غزل۔یوں ہمیں خوشگوار یت دینا	253
	غزل۔سخن آرائی مسلسل تری پروان رہے	254
	غزل۔کیسا دلکش حسیں ہے نام ان کا	255
	غزل۔سینۂ دشت چیر کر دیکھا	256
	غزل۔گمان سے تو لگا تھا بہت جہان حسین	257

	غزل۔ بجز تمہارے تو کوئی کہاں مجھے دے گا	258
	غزل۔ دشت کی گرم ہوا سے جو نکل جائیں گے	259
	غزل۔ اس طریقے سے محبت کی فضا قائم ہو	260
	غزل۔ سرِ زمیں تہِ فلک نہیں کوئی	261
	غزل۔ مَنافع اوروں کو اور خود فقط خسارے لئے	262
	غزل۔ چمک رہا ہے اندھیرے میں آفتاب مرا	263
	غزل۔ کر کے امداد اس نے مانگنا ہے	264
	غزل۔ نیند آتی ہی نہیں ہے مجھے اب راتوں کو	265
	غزل۔ جو ادھر سے آئے، ادھر گئے، وہ ہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے	266
	غزل۔ میرے اعصاب پہ خوشیوں کے جہاں قبضہ کر	268
	غزل۔ مارا فصل کپاسی نے	269
	پنجابی کلام	
	غزل۔ وقتی ساتھی یار نئیں ہوندا	271
	غزل۔ جت جاندے جو جر جاندے نیں	272
	غزل۔ پارا ایں تے تُلدا کیوں نئیں	274
	غزل۔ نوہاں کولوں ماس چھڑانا او کھا نئیں	275

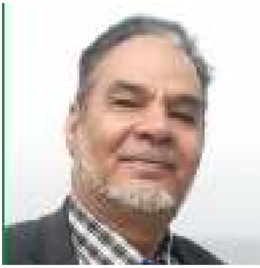

پیش لفظ

خاکسار بنیادی طور پر ایک صحرائی علاقے خوشاب سے تعلق رکھتا
ہے۔شروع سے گھر کا ماحول ادب اور مذہبی تھا۔والد صاحب اپنے
گاؤں کے نمبردار بھی تھے۔خوشحالی تو تھی مگر ماحول ادبی تھا۔میرے والد
صاحب میٹرک تک پڑھے تھے۔گھر میں میری بڑی بہن تاریخی کہانیاں پڑھتی رہتی تھی۔جن کی ورق
گردانی کا موقع مجھے بھی ملتا رہا۔ہیر رانجھا، سسی پنوں، سوہنی مہینوال، لیلیٰ مجنوں کی کہانیاں سنی اور پڑھی
بھی۔الف لیلیٰ یا ہزار داستان کتاب بھی پڑھی۔گھر میں شہر کے لوگ پٹواری گرداور، تحصیلدار اور بھی
مہذب مہمان آیا کرتے تھے۔اسی ماحول میں ہم پلے بڑھے۔مربیان اور علما کرام بھی ہمارے مہمان
بنتے۔جن سے تربیت ہوئی۔جب شہر میں آکر میٹرک کی تو بھی مزید ترقی ہوئی۔جماعتی رسائل اور
اخبارات کا بھی میری تربیت پر اثر ہے۔۱۹۷۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے جب بی اے کیا تو پھر
مطالعہ کافی بڑھ چکا تھا۔شاعری سے بھی لگاؤ رہا مگر مصروفیت زمانہ نے یہ خواہش باہر نہ نکلنے دی۔
۲۰۰۵ء میں جب لندن منتقل ہوا تو مبارک صدیقی کی رفاقت نے اس طرف ترغیب دی۔تو شاعری کا
ذوق ہوا۔آدم چغتائی کی صحبت نے میری شاعری کو چار چاند لگانے میں بہت ہی مدد کی۔وہ چاہتے
تھے کہ میرا مجموعہ کلام ان کی زندگی میں ہی منظر عام پر آئے مگر مجھے بہتر اعتماد جلدی نہ ملا۔اب جبکہ بہت
سے دوست شعرا نے توجہ دلائی تو میں نے اپنا مجموعہ کلام شائع کرنے کی ہمت کی۔ان سب کی حوصلہ
افزائی سے کچھ نہ کچھ لکھنے کے قابل ہوا ہوں۔میں نے کبھی بھی اپنے آپ کو شاعر نہیں گردانا۔یہ حقیر سی
کاوش ہے۔شاید امام دین گجراتی کی طرح شاعر گردانا جاؤں۔خیر اندیش۔

عاصی صحرائی لندن

محترم ڈاکٹر پروفیسر عبدالکریم خالد پی ایچ ڈی شاعرو ادیب ونقادودانشور لاہور

شاعری کا میدان کسی ایسے شہسوار کو آگے بڑھنے نہیں دیتا جس کے ہاتھ قلم کے اسپ کو اپنی مرضی کے تابع نہ کرسکیں اس میدان میں قدم رکھنا تو بہت آسان ہے لیکن تخیل کی زمین پر ہمت کا پھول کھلا کر اس کی خوشبو سے ماحول کو معطر کرنے کا فن ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے اور اگر ایسا خوش نصیب اور باذوق شاعر اردو ادب کی دنیا میں۔

رانا عبدالرزاق خان چہار اطراف میں پھیلی ہوئی ایک بھاری بھر کم شخصیت ہیں۔ان کے خیمۂ ادب کی طنابیں چاروں کھونٹ کسی ہوئی ہیں اور وہ ایک شان دل نوازی سے اس میں براجمان ہیں۔وہ بنیادی طور پر ایک نثر نگار ہیں اور مختلف اصناف نثر میں قلم آزمائی کے مراحل طے کرتے ہیں اس ضمن میں وہ کبھی اپنے اصل نام کے ساتھ اور کبھی اے آر خان کے نام کے ساتھ اپنی تحریروں کو رونق بخشتے ہیں۔انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا ایک دریچہ شاعری کی طرف بھی کھول رکھا ہے۔شاعری کے لیے انھوں نے عاصی صحرائی کا ہلکا پھلکا نام مخصوص کر رکھا ہے۔ان کے کل ادبی کام میں شاعری موسم بہار کی طرح نمو پاتی اور موجۂ صبا کی طرح ایک خوش گوار احساس پیدا کرتی ہے۔شاعری ان کے لیے گوشۂ عافیت کا درجہ رکھتی ہے،ایک کنج راحت ہے جس کی آغوش میں آکر وہ دم بھر کو ستاتے اور نشاط آمیز تازگی کے ساتھ مصاف زیست میں رواں ہوجاتے ہیں۔وہ اپنی بساط شعر پر پیادے اور سوار تیار رکھتے ہیں جنھیں حالات اور وقت کے مطابق دائیں بائیں کرکے گردش زمانہ کو نگوں کرکے مات دیتے ہیں۔میں ان کے اوّلین شعری مجموعے ''قندیل صحرائی'' کی آمد پر بہت

خوش ہوں اور کھلے دل سے اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اللہ ان کی سخن وری کو دوام اور عروج بخشے۔آمین۔

ڈاکٹر عبدالکریم خالد لاہور

ڈاکٹر فرحت عباس شاہ مشہور شاعر و ادیب و دانشور

رانا عبدالرزاق صاحب کی محبت اور ادب سے وابستگی کی لگن ان کے تخلیقی سفر پر بھاری ہے۔ رانا عبدالرزاق بہت متحرک ادبی کارکن ہیں۔ان کی شخصیت کا بہت نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ بنیادی طور پر ایک انتہائی مرنجاں مرنج اور شگفتہ مزاج انسان ہیں۔ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ یاروں کے یار تو ہیں ہی دشمنوں سے بھی دوستوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان کو ان کے شعری مجموعے کی اشاعت پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں۔

فرحت عباس شاہ

محترم مبارک صدیقی صاحب مشہور شاعر و ادیب

یاروں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ محترم رانا عبدالرزاق خان صاحب کا پہلا مجموعۂ کلام ''قندیل صحرائی'' کے نام سے منظر عام پر آ رہا ہے۔

مجھے لگتا تھا کہ شاید رانا صاحب کی تین چار ہی غزلیں ہیں لیکن انہوں نے تو کمال ہی کر دیا ہے۔خاکسار محترم رانا عبدالرزاق صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالی انکی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور آپکے علم و عرفان میں مزید برکت عطا فرماتا چلا جائے۔آمین۔

رانا صاحب مستقل مزاج، محنتی زندہ دل اور لکھنے لکھانے کے دھنی ہیں۔سپوت ایشیا، تاریخ کا ٹھگڑھ۔دانشکدہ عظیم سمیت آٹھ کتابوں کے مصنف ہیں۔قندیل ادب رسالے کی ترتیب و اشاعت کے لئے جو آپ نے محنت کی ہے اس سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔خاکسار تو بوجہ اپنی کچھ مصروفیات انکے آن لائن مشاعروں میں کبھی شرکت نہیں کر پایا لیکن محترم رانا عبدالرزاق صاحب ایک تقریب میں بتا رہے تھے کہ انہوں نے تقریبا ایک ہزار آن لائن مشاعرے منعقد کروائے ہیں۔اللہ تعالی آپکی ان ساری ادبی کاوشوں کو قبول فرمائے آمین۔قارئین کرام اب آپ محترم رانا صاحب کی شاعری سے لطف اندوز ہوں کیونکہ کہتے ہیں کہ ''خوشبو آنست کہ خود ببوید نا کہ عطار بگوید'' یعنی خوشبو اپنا تعارف خود کرواتی ہے نہ یہ کہ عطار تعارف کرواتا پھرے۔

مبارک صدیقی ۳ مئی ۲۰۲۳

محترم آفتاب احمد شاہ صاحب شاعرو ادیب و دانشور

شاعری کا میدان کسی ایسے شہسوار کو آگے بڑھنے نہیں دیتا جس کے ہاتھ قلم کے اسپ کو اپنی مرضی کے تابع نہ کر سکیں اس میدان میں قدم رکھنا تو بہت آسان ہے لیکن تخیل کی زمین پر ہمت کا پھول کھلا کر اس کی خوشبو

سے ماحول کو معطر کرنے کا فن ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے اور اگر ایسا خوش نصیب اور باذوق شاعر اردو ادب کی دنیا میں خدمت کا سنکھ بجا رہا ہو تو اس کی آواز پر داد و تحسین نچھاور کرنا اس کا حق بنتا ہے رانا عبدالرزاق خاں صاحب کا نام بھی ایسے ہی خوبصورت انسان اور شاعر کے طور پر سامنے آتا ہے جنہوں نے اردو ادب کی خدمت کو مشن کے طور پر سنبھالا ہوا ہے اور بطورِ شاعر رانا صاحب کے ہاں ایک خاص قسم کی متانت اور سنجیدگی نظر آتی ہے جو ان کی معاشرے پر گہری نظر اور مضمون کے ہما پر مکمل گرفت کی علامت سمجھی جانی چاہیے حقیقت میں شاعری میں داد سمیٹنا اور پھر اس داد کا حق ادا کرنا کافی مشکل کام ہے لیکن رانا عبدالرزاق خاں صاحب داد کے مستحق بھی ہیں اور اپنی حکمت بھری شاعری کے لیے پہچانے بھی جاتے ہیں۔ رانا صاحب کے کلام میں سادگی و سلاست کا دریا بہتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مشکل مضامین کو ندرت اور انفرادیت سے آسان فہم بنانا بھی رانا صاحب کی شاعری کا بہت بڑا وصف ہے۔ تصوف اور عارفانہ مضامین کو اخلاقیات کے لباس میں پیش کرنے کا انداز رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی غزلوں کی ایک اور نمایاں خصوصیت ہے جو آج کے شاعروں میں مفقود نظر آتی ہے۔ جہاں رانا صاحب تصوف اور اخلاقیات کو اپنی غزلوں کا زیور بناتے ہیں وہیں پر ان کی غزلوں میں جدید عہد کے رویوں کی جھلک بھی بخوبی دیکھی جا سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رانا عبدالرزاق خاں صاحب نے غزل کے مزاج کو ایک نئی معنویت سے آشنا کروانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ ان کی کتاب قندیلِ صحرائی اردو ادب میں غزل کی قندیل بن کر ہمیشہ روشن رہے گی۔ خیر اندیش۔

آفتاب شاہ سیالکوٹ

ڈاکٹر منور احمد کنڈے

رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی تصنیف

’’قندیلِ صحرائی‘‘

لندن میں مقیم معروف اہلِ سخن جناب رانا عبدالرزاق خان جو عاصی اور صحرائی تخلص کرتے ہیں، ادب کی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ رانا صاحب کی بہت سی نثری تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اب ان کا یہ زیرِ نظر اولین شعری مجموعہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں غزلیات کے علاوہ بہت سے عنوانات کے تحت منظومات شامل کی گئی ہیں۔ لندن کی سرزمین پر انہوں نے جو ادبی خدمات انجام دی ہیں وہ ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ لندن میں سینکڑوں ادبی محفلیں ان کی تنظیموں کے تحت منعقد ہو چکی ہیں، اور ان کا انعقاد تسلسل سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی سے رکھے اور ان کو لسانی خدمات کی مزید توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین۔ رانا صاحب کو ان کی اس پہلے شعری مجموعہ پر دلی مبارکباد کے ساتھ چند اشعار پر مشتمل ایک مختصر سی نظم ذیل میں ان کی نذر کرتا ہوں، قبول فرمائیں

ڈاکٹر منور احمد کنڈے۔ ٹیلفورڈ، انگلستان

جناب رانا عبدالرزاق خان عاصیؔ صحرائی

(نظم)

خدمتِ شعر و سخن ہے ان کے نام
ہے نمایاں دہر میں یہ ان کا کام
منفرد انداز کے اشعار ہیں
اور معانی بھی بہت تہہ دار ہیں

حضرتِ عاصیؔ کو رفعت مل گئی
ان کے لفظوں کو بھی عظمت مل گئی
قدر سے دیکھیں وہ ہر فنکار کو
داد دیتے ہیں حسیں شہکار کو
وہ سخن کی محفلوں کی شان ہیں
بزمِ احبابِ ادب کی جان ہیں
وہ تو بزمِ ناز میں ہیں پُر جلال
وہ دکھاتے ہیں محبت کا کمال
ان کے حرفوں میں عجب ہے اک چمک
شعر کے چہرے پہ کاوش کی دمک
ہیں منوّرؔ ''عبد وہ رزاق کے''
ہیں متاثر ان کے سب اخلاق سے

عبدالحمید حمیدیؔ

شاعروادیب وایڈیٹر کاروان ادب ٹورونٹو کینیڈا لکھتے ہیں:

رانا عبدالرزاق خان عرف عاصی صحرائی کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہیں۔ایک سیاسی تجزیہ نگار، مورخ، ایک اچھے مقرر اور مصنف کے علاوہ ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔متعدد نثری کتب کی تصنیف کے بعد آخر کار ان کو اپنا منظوم کلام کتابی صورت میں پیش

کرنے کا موقع مل گیا۔قندیل صحرائی میں انہوں نے چمن سخن سے چُنے گئے ہر رنگ کو جمع کر دیا ہے۔اپنی واردات قلب کا اظہار احسن طریق سے کیا ہے۔ان کے کلام میں آسان اور سادہ انداز میں بات کی گئی ہے۔معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کا فن کوئی ان سے سیکھے۔یہ کام وہ بڑی دلیری سے کرتے ہیں۔اس معاملے میں بے رحمی کی حد تک چلے جاتے ہیں۔جس طرح ایک ماہر سرجن سرجری کرتا ہے۔اسی طرح معاشرے سے ہمدردی کی خاطر فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔رانا صاحب اردو ادب کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔آن لائن مشاعروں کا ایک ریکارڈ قائم کیا ہے جس میں دنیا بھر سے شاعروں کو سامنے لائے ہیں۔قندیل ادب گزشتہ دس سال سے بلا ناغہ جاری ہے۔قندیل صحرائی میں غزلوں کے علاوہ نظموں اور دوسری اصناف پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔امید ہے قندیل صحرائی اردو ادب میں گراں قدر اضافہ ثابت ہوگا۔

عبدالحمید حمیدیؔ

ٹورونٹو کینیڈا

عبدالکریم قدسیؔ۔امریکہ
وسیع المطالعہ تخلیق کار

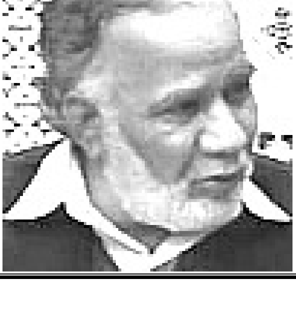

ادب جناب عاصی صحرائی کے رگ وریشے میں رچا بسا ہے۔تصنیف وتالیف، تدوین وترتیب، تجزیہ وشعر گوئی میں ہمہ وقت مصروف رہنے والا قلمکار جس نے ادب کی بہت سی جہات میں ادبی معرکے سر کیئے ہیں۔

کسی بھی موضوع پر لکھنا، گفتگو کرنا، تنقیدی نظر ڈالنا ان کے لیے مشکل نہیں۔ستائش سے بے نیاز ادب وصحافت سے طویل وابستگی رکھنے والا وسیع المطالعہ تخلیق کار آج قندیلِ حق، قندیلِ علم، دانشکدۂ عظیم، سپوتِ ایشیا، تاریخ کا ٹھکڑہ، بہادر شیر، نافلہ مہدی کے بعد آٹھویں کتاب شعری مجموعہ کی شکل میں ''قندیل صحرائی'' لیے حاضر ہے۔خوش دلی سے استقبال کیجئے گا۔

عبدالکریم قدسیؔ۔امریکہ

10 مئی 2023

رانا محمد حسن خاں

تبصرہ: مجموعۂ کلام ''قندیل صحرائی''

یہ عاجز آج جب دفتر پہنچا تو جناب رانا عبدالرزاق خاں صاحب کا مجموعۂ کلام ''قندل صحرائی'' کے نام سے میرے ای میل ایڈریس میں موجود تھا۔اسے دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔یہ عاجز اچھی طرح جانتا تھا کہ رانا عبدالرزاق خاں صاحب نہ صرف اعلیٰ درجے کے انشا پرداز ہیں بلکہ اچھے غزل گو شاعر بھی ہیں مگر ان کا مجموعۂ کلام پڑھ کر محسوس ہوا کہ وہ بلند پایہ شاعر ہیں، ان کے تخیل کی پرواز بہت بلند ہے۔جناب منور کنڈے صاحب نے ان کے متعلق درست فرمایا ہے کہ۔

خدمتِ شعر وسخن ہے ان کے نام
ہے نمایاں دہر میں یہ ان کا کام

رانا صاحب کے کلام میں سادگی، سلاست وعاجزی پائی جاتی ہے۔حمدیہ اور نعتیہ اشعار اپنی

مثال آپ ہیں۔اپنی شعر گوئی اور تخیل کے متعلق رانا صاحب فرماتے ہیں۔

یہ میرے شعر اور تخیل میں جو ہے ویرانی
عزیز دوست کی مدحت کے ہجر کے ہے طفیل

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

جب جاگتا ہوں سوچتا ہوں جانے کہاں ہیں
آلام میرے خواب و تخیل میں نہاں ہیں

ان کے تخیل کی بلند پروازی کا اندازہ اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے۔

کاش یوں ہو کہ فلک کو بھی گھمایا جائے
اَور زمینوں کے مقابل اسے لایا جائے

ان کی شاعری میں صوفیانہ رنگ بھی جا بجا دکھائی دیتا ہے۔رانا صاحب جب اس مادی دنیا میں شدید گھٹن محسوس کرتے ہیں تو بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔

اپنی گھٹن کی شہ پہ تو زندان توڑ دے
کر ڈال اب غلامی کی زنجیر تار تار

رانا صاحب کسی بات کو اچھی ہو یا بری بھولتے نہیں یاد رکھتے ہیں۔نوجوانی میں وہ جب نوکری کی تلاش میں تھے، بہت جگہ ملازمت ملی بھی مگر ان کی بے چین طبیعت سمندری طغیانی میں کسی کشتی کی مانند ہچکولے کھاتی رہی۔بالآخر انہیں بحرین کے شاہی محل کی انتظامیہ کی جانب سے پر کشش ملازمت پیش کی گئی جسے رانا صاحب نے قبول کرلیا۔رانا صاحب فرماتے ہیں۔

مجھے مزدوری نہ ملتی تھی مگر اب اے دوست
شاہی محلوں سے مرے واسطے ہر کام آیا

ان کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ نئے لکھنے والوں کی نا صرف بے حد حوصلہ افزائی کرتے ہیں

بلکہ ان کی ادبی تخلیقات کو اپنے رسائل میں شائع بھی کرتے ہیں۔جس طرح آج کل ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں میں ملائیت در آئی ہے، اسی طرح ادبی دنیا میں بھی ملائیت پائی جاتی ہے، بعض منجھے ہوئے شاعر بھی نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے ان کی دل شکنی کر کے انہیں ادبی دنیا سے دور اور متنفر کر دیتے ہیں۔اور بعض مستند شاعر اصلاح کے نام پر اپنے مستند شاعر ہونے کی قیمت بھی مانگتے ہیں۔محترم رانا صاحب اور ان کے ساتھی شعراء بڑی جواں مردی سے ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔رانا صاحب تو اپنے مخالفوں کو بھی گلے لگانے سے نہیں ہچکچاتے۔جبکہ ایک عام راجپوت کے لیے اپنے مخالف کو گلے لگانا بعید از قیاس سمجھا جاتا ہے۔رانا صاحب فرماتے ہیں۔

عدو کہاں ہیں مرے مَیں بڑی محبت سے
گلے لگا کر انہیں مَیں ملوں گا اُلفت سے

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم رانا صاحب کی ادبی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں صحت و سلامتی والی، لمبی لکھنے پڑھنے والی فعال زندگی عطا فرمائے۔آمین۔

رانا محمد حسن خاں

اسحاق ساجدؔ ایڈیٹر ''سمندر'' انٹرنیشنل جرمنی

''قندیل صحرائی'' پر ایک نگاہ

عاصی صحرائی کا نام دنیائے شعر و ادب میں کی تعارف کا محتاج نہیں۔مدت ٹھائے زمانوں سے اُن کا ادّبی سفر جاری ہے۔آپ کے اشعار قاری کے ذہن کو اپنی

تو جہ رکھتے ہیں۔عاصی صحرائی نے اپنی شعری تخلیقات میں حق گوئی اور بے باکی سے کام لیا ہے۔وہ اپنے اشعار میں کہیں کہیں ایک مردِ مجاہد کی طرح آلام ومصائب کی زندگی میں رونما ہونے والی قسم قسم کی مشکلات کا بڑی خندہ پیشانی سے استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اُنھیں طوفان وحوادث میں گھر کے موجِ تلاطم میں کھیلنے کا مزہ آتا ہے۔

عاصی صحرائی کی شاعری اُن کے دلی جذبات واحساسات کی آئینہ دار ہے میرے نزدیک اچھی اور سچی شاعری کی بنیاد صالح روایات واقدار پر ہے اور عاصی صحرائی نے اسے پوری طرح ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔آپ جدید لب ولہجہ کے شاعر ہیں۔عاصی صحرائی کے اشعار کے تعلق میں بہت کم لفظوں میں اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے اشعار آج کے ماحول کے آئینہ دار ہیں۔اچھی شاعری وہی ہوتی ہے جس میں نہایت ایمانداری اور صداقت کے ساتھ اپنے خیالات وجذبات کو پیش کیا جائے۔آپ ایک اچھے شاعر ہی نہیں ایک نثر نگار اور مشاعروں کے اچھے ناظم بھی ہیں۔اُن کی زبان سے نکلنے والا ایک ایک جملہ بہت سدرھا ہوا اور اثر انگیز ہوتا ہے۔

مجھے اُمید ہے آپ کا یہ پہلا مجموعہ کلام ''قندیل صحرائی'' بہتر ثابت ہوگا اور اُردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ کرے گا۔عاصی صحرائی کو الفاظ کے فنکارانہ استعمال اور برمحل انتخابات کا سلیقہ ہے۔

آخر الذکر میں بدستِ دُعا ہوں کہ پروردگار عالم عاصی صحرائی کو اس میدان میں مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔آمین۔

اسحاق ساجدؔ

ایڈیٹر ''سمندر'' انٹرنیشنل جرمنی

ایک اہلِ علم شاعر، ادیب، صحافی، ایڈیٹر، دانشور

مسعود چوہدری جرمنی

نور سے خاک کے پتلے تک عرفان و آگہی کے بہتے دھارے کو قلم کی نوک نے ہمیشہ کے لئے کاغذ پر رقم کر کے جو زندگی عطا کی تو انسانی فکر کی تب و تاب کو حیات جاوداں مل گئی۔ یوں انسانی وجود میں اپنے اور روح کے ملکوتی حسن سے بنا خالق نے خود قلم کی قسم کھا کر ابد تک آنے والے ادوار میں عقل و فکر کو ذہنوں میں منتقل کرنے کی ریت کی اُستواری کر دی۔ ہر دور میں شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں نے ایسی روایت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے خونِ جگر سے نئے افکار کی نمود کی۔ صدیوں سے انسانی ذہن پہ الہام و القاء ہوا، افکار کی جو تا بندگی نور بن کر اُتری اور خیالوں کی نزاکتوں سے جو شبنمی حسن کا پیراہن پہن کر سینۂ قرطاس پر رقصاں ہوا وہ لفظ ہی ہے۔ لفظ جس کے پس منظر میں ذات سے کائنات تک کی بصیرت و بصارت کی روشنی منعکس ہو رہی ہے اور نئے زمانوں سے ہم آہنگ ہو کر اپنے اثرات مرتسم کر رہی ہے۔

ہمارے عہد تک سفر کرتے کرتے بنوکِ قلم قندیلِ صحرائی آج جس مقام پر ہے لکھنے والے کا شعور اور قاری کا ادراک بہت حد تک راست متناسب ہو چکا ہے۔ احساس کی جمالیاتی لو سے لے کر تجربے کے کندن ہونے تک سوز و ساز دروں کو ہمارے قلم کاروں نے یوں سینۂ قرطاس پر سمیٹ لیا ہے کہ آگہی کے یہ چراغ۔ ہمیشہ فروزاں رہیں گے۔ عاصی صحرائی کا نام کئی دہائیوں سے جس طرح ہر سو شعر و نثر کے گلرنگ گلاب کھلاتا ہوا ہمارے عہد کی نمائندگی کے درجے پر فائز ہے۔ ان کی غزل روائت سے جدت تک کا پیش خیمہ ہے تو نثر میں بھی وہ ید طولی رکھتے ہیں۔ زیر نظر غزل/نظم سن کر یہ ان کے دینی اور علمی فکر کی منہ بولتی تصویر ہے جس میں ان کے عہد ارتقاء کو بخوبی دیکھا اور محسوس کیا جا

سکتا ہے۔ کیونکہ عاصی صحرائی صاحب نے دیہاتی حیاتی سے شہری جیون اور پھر ایک لمبا عرصہ یورپ میں بھی زندگی کا سفر کیا ہے۔ اس مجموعہ کو کس قدر پزیرائی ملتی ہے وہ تو قارئین کرام کی رائے پر ہی مبنی ہے۔ اس میں سے چند اشعار جنہوں نے میرے دل سے دل تک کا سفر کیا وہ نیچے درج کر رہا ہوں۔ کتاب لکھتے وقت روائتی انداز بھی ملحوظ حاضر رکھتے ہوئے اس روایت کو لے کر عاصی صحرائی صاحب پہلے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول کو نہیں بھولے۔ چنانچہ حمد باری تعالیٰ میں لکھتے ہوئے بڑی سادگی سے لکھتے ہیں: دم دم کروں میں حمد میں تیری، تونے دیئے ہیں لب۔ کیسے شکر ادا ہو تیرا مخلوقات کے رب شکر ہے تیرا نام عاصی کا رکھا تو نے بلند۔ تیرے رحم کرم سے اللہ میرا نام ونسب نعت رسول مقبول میں بھی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے بڑے کومل الفاظ استعمال کرتے ہیں:

نام احمد کی ہے پھیلی تازگی ہی چارسو
ذکر ہو سرکار کا اور گل سے آئے رنگ و بو
واردوں عاصی میں جاں بھی کوچہ محبوب پر
اے میری قسمت، اس ہی خاک سے جاگی ہے تو

غزل میں عموماً رومانس دکھایا جاتا ہے تو جناب عاصی صحرائی صاحب کی غزل میں بھی رومانس بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔

دیکھتا ہے چرخ حسنِ انتخاب
انتہائے حسن، حسنِ آں جناب
فرش ارضی پر، مثال اپنی ہیں آپ
حسن آئینہ شکن، ہے لا جواب

عاصی صحرائی صاحب جہاں غزل گوئی کے جوہر دکھاتے وہاں نظم لکھنے میں بھی نمایاں حیثیت

رکھتے ہیں۔ ہنرمندی میں دسترس بھی دیکھیں کہ وہ نظم بھی غزل کی طرح ہی لکھتے ہیں:

محبت ابروئے خمدار بھی ہے
یہ نازک ہے مگر تلوار بھی ہے
اس راہ پہ چلنا نہیں اتنا آساں
منزل اس کی سوئے دار بھی ہے

شاعر ادیب ایڈیٹر ہفت روزہ امن محترم مبشر شہزادہ گلاسگو، سکاٹ لینڈ

ادب جناب عاصی صحرائی کے رگ و ریشے میں رچا بسا ہے۔ تصنیف و تالیف، ردوین و ترتیب، تجزیہ و شعر گوئی میں ہمہ وقت مصروف رہنے والا قلمکار جس نے ادب کی بہت سی جہات میں ادبی معرکے سر کئے ہیں۔

کسی بھی موضوع پر لکھنا یا گفتگو کرنا، تنقیدی نظر ڈالنا ان کے لئے مشکل نہیں۔ ستائش سے بے نیاز ادب و صحافت سے طویل وابستگی رکھنے والا وسیع المطالعہ تخلیق کار آج قندیلِ حق، قندیل علم م، دانشکدہ عظیم، سپوتِ ایشیا، تاریخ کاٹھ گڑھ، بہادر شیر، نافلہ مہدی کے بعد آٹھویں کتاب شعری مجموعہ کی شکل میں ''قندیل صحرائی'' لئے حاضر ہے۔ خوش دلی سے استقبال کیجئے گا۔

مشہور شاعرہ ادیبہ ذہینہ صدیقی دہلی انڈیا کا تبصرہ

روشن ہوا ہے آپ کے ہاتھوں سے آج جو
جلتا رہے یہ دیپ سدا یہ دعا کرو

میں آج اپنے قلم سے جس روشن چراغ کی لو کو اور ضیاء بخشنا چاہتی ہوں وہ ہیں لندن میں مقیم جناب رانا عبدالرزاق خان عاصی صحرائی صاحب۔رانا صاحب ان معروف شخصیات میں سے ایک ہیں جو اردو ادب کی ترویج اور فروغ کے لئے عرصہ دراز سے دیارِ مغرب میں بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں۔ رانا صاحب نے 1951 میں سرزمین پاکستان میں آنکھیں کھولیں۔اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ 1974 میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے گریجویشن کیا اور بحرین عربین گلب چلے گئے جہاں محکمہء ایگریکلچر میں ملازم ہو گئے۔نو سال تک بحرین میں ملازمت کرنے کے بعد واپس پنجاب لوٹ آئے اور اپنے والد کی جگہ پر گاؤں کے مکھیا۔نمبردار کے عہدے پر فائز ہو گئے اور 21 سال تک گاؤں کی رونق بنے رہے۔بیس سال بعد آپنے پاکستان سے ہجرت کی اور 2005 میں بیرون ملک لندن تشریف لے گئے جہاں تا حال مقیم ہیں۔کسی شاعر نے کہا ہے کہ۔

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

رانا صاحب پر یہ شعر صادق آتا ہے۔ایک تو رانا صاحب خود ہی اردو ادب سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں اپنے وطن میں بھی وہ اردو اخبارات میں لکھا کرتے تھے اور اب سونے پر سہاگہ لندن میں بھی آپ کو ایسے ادباء اور شعراء مل گئے جن کی صحبت سے رانا صاحب کا فروغ اردو کا شوق مزید پروان چڑھنے لگا۔لندن کے ادبی حلقوں میں آپ نے اپنی لیاقت کے بل پر شعراء اور ادیبوں سے رابطہ قائم کیا اور ان کے تعاون سے جلد ہی 2008 میں ایک تنظیم قائم کی اور مشاعرے کی بنیاد ڈالی دھیرے

دھیرے دھیرے جو رفتار پکڑتا گیا۔فروغ اردو کی غرض سے آپ نے ۔قندیل اَدب انٹرنیشنل کے نام سے جنوری 2013 سے ایک ماہانہ رسالے کا آغاز کیا جو آج تک جاری وساری ہے ۔اپریل کا شمارہ نمبر 136 منظر عام پر آچکا ہے شائقین اس سے مستفید ہو سکتے ہین ۔اخبار نویسی کا شوق رانا صاحب میں بدرجہء اتم موجود ہے یہاں میں رانا صاحب کا ہی ایک شعر رقم کرنا چاہونگی کہ

ان صحیفوں کو بھی سینوں سے لگایا ہم نے
وہ صحیفے کہ جو اسناد نہیں ہو سکتے

بلاتفریق مذہب اور ملت رانا صاحب اپنا کام سرانجام دیتے ہیں ۔رانا صاحب کا ماننا ہے کہ۔

اپنا تو کام ہے کہ جلاتے چلو چراغ
رستے میں خواہ دوست یا دشمن کا گھر پڑے

اپنے اسی خلوص اور محبت کی وجہ سے رانا صاحب ہر دلعزیز ہیں ۔رانا صاحب اپنے ان تمام ادیب صحافی ان شعراء کے ممنون ہیں جو گاہے بگاہے اپنا تعاون فراہم کرتے رہتے ہیں ۔نہ صرف صحافت میں رانا صاحب مہارت رکھتے ہیں بلکہ شعر و سخن میں بھی اپنا کمال دکھاتے ہیں ۔2008 سے لیکر اب تک آپ 500 سے زائد مشاعرے کروا چکے ہیں اور 5000 سے زیادہ شعراء کا کلام قندیل ادب میں منظر عام پر لا چکے ہیں ۔تقریباً چار صد سے زائد شعراء کی بائیوگرافی زیر طبع ہے ۔رانا صاحب کی دس کتابیں تو پہلے ہی شائع ہو چکی ہیں ۔گیارہویں کتاب ۔قندیل صحرائی ۔اب ۔آپکی دعاؤں کی منتظر ہے ۔سماجی گہمہ گہمی سے ہٹ کر دینی اور اسلامی پہلو بھی رانا صاحب کی سوچ کا اک حصہ ہے۔

قندیل حق میگزین اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ۔میری دلی دعا ہے کہ رانا عبدالرزاق خان عاصیؔ صحرائی صاحب اپنے اس بے لوث خدمت سے ادب کی دنیا میں مزید بلندیوں سے ہمکنار رہوں ۔گھر بیٹھے شائقین کو رسالے سماجی گہمہ گہمی سے ہٹ کر دینی اور اسلامی پہلو بھی رانا صاحب کی سوچ کا اک

حصہ ہے۔گھر بیٹھے شائقین کو رسالے کی پی ڈی ایف کاپی بھیجنا پابندی سے کوئی آسان کام نہیں مگر رانا صاحب یہ کام بخوبی انجام دیئے ہیں۔کووڈ جیسے مہلک مرض کے زمانے میں بھی آپنے زوم کے ذریعے اپنی ادبی خدمات جاری وساری رکھیں۔عوام سے میری گزارش ہے کہ وہ رانا صاحب کی ان ادبی خدمات سے فائدہ اٹھائیں اوراپنی دعاؤں سے انہیں نوازیں۔

ہے یہ کس آرام جاں کا قصہء راحت طلب
لکھتے لکھتے سوگئیں میری قلم پر انگلیاں

عاصی صحرائی، لندن میں ایک سرگرم خادمِ اردو

سراج زیبائی۔شیموگہ کرناٹک، بھارت

طویل جدوجہد صبر آزما حالات دکھ درد کی فراوانی اور گو نا گوں تجربات کی نیرنگ سامانی ہی ایک شاعر کا سرمایہء حیات ہوتی ہے۔رانا عبد الرزاق خاں عاصی صحرائی بھی اسی طرح فرد کا اندرونی اضطراب اور مظلوم و بے کس افراد پر ڈھائے گئے زمانے کے ظلم واستبداد کو اپنی شاعری میں عمدگی سے پیش کرتے ہیں۔ ۲۔۔ایک علمی مذہبی وادبی گھرانے میں جنمے عاصی صحرائی صاحب نے 1974 میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے پاس کیا۔ 2005 کو آپ لندن منتقل ہوئے۔وہاں پر مبارک صدیقی اور آدم چغتائی جیسے اصحاب علم وفن کی ادبی رفاقتوں کی بدولت ان میں شاعری کا شستہ ذوق پیدا ہوا۔ان اصحاب ادب کی حوصلہ افزائی سے ان کا ذوق شاعری پروان چڑھنے لگا۔ موصوف ان دنوں وہاں پر شعروادب کی بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں۔اس طرح آپ آئے دن منعقدہ شعروسخن کی محفلوں کی شان اورارباب علم وفن کا وقار مانے جاتے ہیں۔ یہ بڑی خوش آئند بات

ہے کہ دیارِ غیر میں رہ کر بھی انھیں شعر و ادب کا چسکا لگا ہوا ہے اور اردو زبان و ادب سے ان کی والہانہ محبت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ لندن اور اس کے نواح میں بے شمار مشاعروں کا شاندار انعقاد کر کے اردو کے متوالوں کو آپس میں جوڑنے کا نیک کام کر رہے ہیں۔

۳۔۔رانا صاحب زندگی کے سرد و گرم اور نشیب و فراز سے گذرے ہیں اور زندگی کی کامرانیوں کو حاصل کرنے کے لئے بڑی جد و جہد اور سنگھرش کئے ہیں ان سے انھیں جینے کا جو تجربہ حاصل ہوا اسے اپنی شاعری میں ہو بہو اس طرح پیش کر دیتے ہیں

زرداریوں کی کھیتیاں سرسبز چارسو
دہقاں مگر ہیں بھوک کے مارے سلامتی

آستینوں میں چلا آیا ہوں میں بھی ان کی
اب مرے دوست مرا دل سے ادب کرتے ہیں

تیری مشکل میں ترے ساتھ رہا تھا تو نے
میری مشکل میں مجھے چھوڑ دیا ہے افسوس

اس طرح زندگی کے مدوجزر سے گذرتے ہوئے ان کے شعور کی آنکھیں کھلیں اور ان کی فطری قوت نے ان کے فن کو جلا بخشی۔صحرائی کے کل میں کہیں کہیں یاسیت اور قنوطیت کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔کہتے ہیں

ہر بار تو نفرت ہی ملی تیری طرف سے
اس بار عطا کر مرے دلدار محبت

دور جاؤ ئیتو دماغوں میں خلل پیدا نہ ہو
آؤ نزدیک مرے اتنے بھی نزدیک نہیں

۴۔ دراصل وسیع تخیلات اور دلکش وخوبصورت فکری پیرہن ہی شعری محاسن کو خوب سے خوب تر بناتے ہیں۔ رانا صاحب نے بھی حتی المقدور کوشش کی ہے کہ ان کی شاعری میں یہ سارے شعری لوازمات بھرپور انداز میں نظر آئیں گے۔ تاکہ وہ اپنے شعروں میں زندگی کی رنگارنگ تہہ داریاں سمو سکیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ درست ترتیب وترکیب ہی زبان میں موسیقیت پیدا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے انھوں نے اس کا التزام رکھا ہے کہ ان کی شاعری میں خوبصورت لفظوں کا برجستہ استعمال ہو۔ صحرائی صاحب کے یہ چند شوخ رنگ کے برمحل اشعار ملاحظہ ہوں جنھیں پڑھ کر ہمارے جذبات میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔

اس کے کپڑے سے ہی خوشبوئیں سبھی کپڑوں میں
سو نکالا ہی نہیں سوٹ کو الماری سے

میری آنکھوں میں ترے پیار کا جب خواب سجا
یوں لگا آنکھوں میں میری کوئی مہتاب سجا

۵۔ ایسے ہی اشعار پڑھ کر ڈاکٹر پروفیسر عبدالکریم خالد رقم طراز ہیں۔ شاعری رانا صاحب کے لئے گوشہء عافیت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ ان کے لئے ایک کنج راحت ہے جس کی آغوش میں آکر وہ دم بھر کو ستاتے اور نشاط آمیز تازگی کے ساتھ مصاف زیست میں رواں ہو جاتے ہیں''۔ حقیقی معنوں میں ایک شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی شاعری میں اخلاق کا بھی درس دے۔ جہاں تک اخلاق کی درستگی کی بات ہے شاعری اس کے لئے نہایت سودمند ثابت ہوتی ہے۔ رانا صاحب نے بھی اپنی شاعری میں درس آموز باتیں کہی ہیں۔ مثلاً یہ شعر

میرے دل میں خدا بھی ہے ماں بھی
میرے دل میں شگاف مت کرنا

موصوف کے شعروں میں آزردگی کی زیریں لہریں بھی موجود ملتی ہیں۔ رانا صاحب کی شخصیت کے خدوخال کو پوری طرح نمایاں کرنے کے لئے ان کی شاعری ہی کافی ہے۔

۲۔ یہاں ہم موصوف کے چند اشعار درج کرتے ہیں جو ان کے خلوص دیدہ وری اور انسان دوستی سے عبارت ہیں۔ ان شعروں میں روایت کی نئی تشکیل بھی ہوئی ہے اور زبوں حالی کا نوحہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

میں رکھوں گا تلاش جاری اور
مل ہی جائے گا آشنا میرا
میں ستاروں کو شب ہجر میں یوں گنتا ہوں
ایک مزدور جو تنخواہ گنا کرتا ہے
ممکن ہے جمود اپنا بھی ٹوٹے گا کسی روز
اب بارہ مہینے تو یہ موسم نہیں رہتا

صحرائی صاحب کی شخصیت کی توصیف میں ڈاکٹر فرحت عباس شاہ یوں رطب اللسان ہیں۔
''آپ ایک انتہائی مرنجان مرنج اور شگفتہ مزاج انسان ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ دشمنوں سے بھی دوستوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ زندگی کو روزانہ کی جدوجہد سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ موصوف کی شاعری میں ان کے مسلسل تجربوں کی فنکارانہ وحقیقت پسندانہ پیش کش ہوئی ہے۔

۷۔ رانا صاحب سلیس اور عام فہم زبان میں شاعری کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے شعر آسانی سے دلوں میں اُتر جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ، سیاسی بے اعتدالی سب کچھ دیکھنے کو ملتا ہے۔ آج جو ناموری ان کے حصے میں آئی ہے اس میں ان کی محنت اور نیکیاں شامل ہیں۔ صحرائی اپنی شاعری میں اپنے عہد کی سچائیوں کو ہی قلم زد کرتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ دیار غیر میں رہ

کر بے شمار مشاعرے کیسے کنڈکٹ کر لیتے ہیں۔ مقامی شاعروں کو یکجا کرنے کے ساتھ ہی بیرونی ملکوں سے نامی گرامی شعراء کو مدعو کر کے ان کے ناز نخرے برداشت کرتے ہوئے بہ حسن و خوبی مشاعرے ارینج کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ جسے موصوف نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔اب آیئے ان کے چند ایسے اشعار کا حظ اُٹھائیں جن میں حسن و عشق ہجر و وصال کے قصے سنائے گئے ہیں۔جلوت وخلوت کی رازداری کی باتیں بتائی گئی ہیں۔

میں عشق کی زنبیل سے بس عشق ہی مانگوں
مجھ کو بھی ملے کچھ تو خزینے سے مرے دوست
مجھ کو تسکین ترے لمس سے ملتی ہے سو تو
اس وسیلے سے مجھے جلد ہی راحت دینا
اس زمانے میں تو کچھ بھی نہیں ہے میری پسند
اس کی تصویر ہے جو مجھ کو بہت بھاتی ہے
تو یقیں کرتا نہیں میرا یہی دکھ ہے مجھے
اسی کوشش میں ہوں میں تیرا یقیں ہو جاؤں

ان کے مختلف النوع اشعار پر گہری نظر ڈالنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نظر مذہبی ادبی سیاسی اور ثقافتی حالات پر بہت گہری ہے۔اسی لئے ان کے اثرات ان کی شاعری پر بھی پڑے ہیں۔ رانا صاحب نے اپنے فکر و خیال کی گہرائی کی بدولت بہت جلد ادبی حلقوں میں اپنا خاص مقام بنا لیا۔ان کی شاعری خاص طور پر مسائل حیات کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔

۹۔کائنات کے تمام عناصر اس میں موجود ملتے ہیں۔،ان کا اپنا زاویہء فکر و نظر اور اپنا انداز سخن ہے۔ان کے کلام میں زندگی کے نشیب و فراز سماج و معاشرت کا اشاریہ بھی ملتا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں

ہیں مری تحریر میں شامل صحیفوں کے حروف
کون کہتا ہے کہ حقیقت کے سوا لکھتا ہوں میں
جہاں سے گذروں مجھے پیار اور خلوص ملے
میں اس طرح کی زمانے میں شان چاہتا ہوں
اب تو جھوٹوں کو پذیرائی بھی یوں ملتی ہے
جس طرح روشنی دیوار کو چمکاتی ہے

ان کی شاعری کو پڑھ کر ان کے قریبی اصحاب علم وفن نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔ اسحاق ساجد مدیر ''سمندر'' انٹرنیشنل جرمنی فرماتے ہیں'' آپ ایک مرد مجاہد کی طرح آلام و مصائب کی زندگی میں رونما ہونے والی مشکلات کا خندہ پیشانی سے سامنا کرتے ہیں۔''

10۔ رانا صاحب ایک علمی وادبی ماہنامہ رسالہ ''قندیل ادب انٹرنیشنل'' لندن سے ہر ماہ اہتمام سے نکالتے ہیں۔ جس میں ملک و بیرون کے نامی گرامی اہل قلم کی معیاری نگارشات شائع ہوتی ہیں۔ یہ ماہنامہ پوری اردو دنیا میں کافی مقبول ہو رہا ہے۔ عاصی صحرائی کا ایک شعری مجموعہ ''قندیل صحرائی'' بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ موصوف کو نثر نگاری میں بھی کافی ملکہ حاصل ہے۔ ان کی کئی نثری تصانیف چھپ کر ادبی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی ہیں۔ ان میں (1) قندیل حق (2) قندیل علم (3) دانش کدہ عظیم (4) سپوتِ ایشیا (5) ثاقب زیروی (6) ایم ایم احمد (7) قائد اعظم کا دست راست (8) بہادر شیر (9) عندلیبانِ حق (10) قندیل صحرائی (11) تاریخ کا ڈھگڑھ۔

قابل ذکر ہیں موصوف لندن کی کئی ادبی تنظیموں اور اداروں کے سرگرم رکن کی حیثیت سے بھی اپنی بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک سرگرم سماجی کارکن بھی ہیں۔ غرض رانا

عبدالرزاق خاں عاصی صحرائی صاحب کی شاعری آنے والے دور میں بھی اپنا توافق بنائے رکھے گی اور موصوف سے توقع ہے اسی طرح اپنی بہتر شاعری کے ذریعے ادبی حلقوں میں اپنی پہچان کو مستحکم کریں گے۔

قندیل صحرائی۔ بشارت احمد بشارت

تخلیق مالکِ کائینات کا ایک خوبصورت انعام ہے اور یہ انعام کروڑں انسانوں میں چند خوش نصیبوں کے حصے میں آتا ہے۔ جن کو ہم شاعر کہتے ہیں یہ انتہائی حساس طبیعت رکھنے والے لوگ زمانے کے دکھ درد اور خوشیوں کو محسوس کر کے ان کو اپنے اشعار میں ڈھالنے کا فن خوب جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی وسیع کائینات پر غور وخوض اور اس کے حسن میں کھو کر انتہائی جاندار اشعار کہنا ایک اچھے شاعر کی خوبی بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جب ایک شاعر کا زندو تعلق خدا تعالیٰ کی ذات سے رہے تو شاعر اور اُس کا کلام دونوں امر ہو جاتے ہیں۔ اس سیاق وسباق میں جب ہم عاصی صحرائی صاحب کی شاعری اور اُن کی شخصیت کو دیکھتے ہیں تو وہ اس پر پورے اترے ہیں۔ ان کے مجموعہ کلام ''قندیل صحرائی'' کو جوں جوں پڑھتے جائیں ان کا خدا سے تعلق اور خیالات کی وسعت واضع ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ میرے خیال میں اتنی سچی سُچی شاعری رب سے یاری کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر آپ، قندیل صحرائی، کا مطالعہ غور وشوق سے کریں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہوتی جائے گی۔ اتنی خوبصورت تخلیق پر دلی مبارکباد۔

دعا ہے کہ اللہ ان کو تندرستی والی فعال لمبی زندگی عطا فرمائے اور ہم ان کے سچائی پر مبنی کلام سے مستفید ہوتے رہیں۔ آمین۔

بشارت احمد بشارت — جرمنی 16 اگست 2024ء

حمدِ باری تعالیٰ

دم دم کروں میں حمدیں تیری، تُو نے دئے ہیں لب
کیسے شکر ادا ہو تیرا مخلوقات کے رب
خاک بھی تیری، بیج بھی تیرے، سارے پھل بھی تیرے
بِن تیرے اِن سب کھیتوں کا، کون ہے اور سبب!
سانس بھی حمد ہے کرتی تیری، خون میں حمد رواں
جسم کا میرے روم روم بھی بھولا تجھ کو کب!
آنکھوں میں ہے نیند بھی تیری، تیرے حکم سے جاگوں
اُجلی اُجلی صُبحیں تیری، تیری ہی ہر شب
خطا سے اپنی ہو جاتا ہے جب بندہ مغموم
دل میں اُس کے میرے مولیٰ تُو ہی بھرے طَرَب
اِنسانوں کی سنے دعائیں ہر سنّت ہے اعلیٰ
اِذن سے تیرے انسانوں کے بدلے دیکھے ڈَھب
شکر ہے تیرا نام عاصیؔ کا رکھا تُو نے اونچا
تیرے رحم کرم سے اللہ میرا نام و نَسَب

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نامِ احمدؐ کی ہے پھیلی تازگی ہی چار سُو
ذکر ہو سرکار کا اور گُل پہ آئے رنگ و بُو
کیا عجب جادو دو عالم میں ہے پھیلے چار سُو
جب بدل دے سیرتِ احمدؐ گنہگاروں کی خُو
نُور میں اُجلے نبی پیارے نہیں اُنؐ سا کوئی
سب ملائک کر رہے ہیں اک جھلک کی آرزو
عالمیں میں ہیں بہت رب نے بنائے شاہکار
ہیں مراتب میں نبی میرے بلند و خوبرُو
اُنؐ کی ہے معراج ساتوں آسمانوں تک بلند
نہ ہوا، ہو گا کبھی صفّات میں، نہ ہُو بہُو

میری نسلوں کا مقدر جاگ جائے یا نبیؐ
اک جھلک میں خواب میں ہی دیکھ لوں گر رُو برُو

سب ہی جینے کے ہُنر سیکھے بشر نے آپ سے
مل رہے ہیں رحمتوں کے سب کو ہی جام و سبُو

جس کے ہاتھوں میں محمدؐ کا علَم، اُس کو یقیں
خاکِ پا سے اُنؐ کی کمتر دہر کے سارے گُورُو

واردوں عاصیؔ میں جاں بھی کوچۂ محبوبؐ پر
اے مِری قسمت، اُسی ہی خاک سے جاگی ہے تُو

نعتیہ نظم

اللہ کے محبوب پر
صاحبِ اُسلوب پر
سب کی قرباں جان ہے
سب کی قرآں جان ہے
رفعتوں سے سرفراز
رب کے ہیں وہ جاں باز
اُنؐ پہ واری لوگ سب
ہو گیا خوش اُنؐ پہ رب
حاصلِ عظمت وہی
دل کی ہیں راحت وہی
اُنؐ پہ درود لاکھ بار
بعد از خدا وہ شان دار
پاک قرآں لائے ہیں
لعل ہم نے پائے ہیں
وہ بشر ہیں اک رسولؐ
اُنؐ کے ہیں پختہ اصول

بانیء اسلام تھے
انؐ کے اونچے کام تھے
اعلیٰ افضل ذات ہے
اُجلی ہر اک رات ہے
آخری ہیں وہ نبیؐ
ہے شریعت آخری
جینا وہؐ سکھلا گئے
راستے دکھلا گئے
انؐ کو سلام سب کریں
انؐ پر درود سب پڑھیں
محشر میں ہیں شافع حضوؐر
اُنؐ کا آنکھوں میں سرور
وہ محمدؐ مصطفیٰ
دے گئے سب کو دعا
رب کے وہ محبوب ہیں
واحد اور وہ خوب ہیں
میں ہوں عاصی خاکسار
میرے آقا نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غزل

ابرِ کرم کی آنکھ سے دیکھا ہے چاند نے
ساگر سبھی تیار ہیں دریا کو باندھنے

غم کی گھڑی مسرتوں کی داستاں بنی
پکڑا ہے یوں مَمات کو لمحاتِ شاد نے

بوسیدہ دل میں دیکھئے اُلفت ہے بھر گئی
جیسے شجر اُگا دئے دھرتی میں کھاد نے

نیچی نظر نہ رکھ سکا معبد کا شیخ بھی
بہکا دیا ہے پاپ کے جھوٹے سواد نے

مرنے کے میں قریب تھا اُس شہرِ عشق میں
مجھ کو تو زندہ کر دیا شعروں کی داد نے

بوڑھے بھی ہم نے دیکھے ہیں بچے بنے ہوئے
بچہ مجھے بنا دیا امی کی یاد نے

صحرا کی وسعتوں سے ہے عاصؔی کی یہ صدا
گُم کر دیئے ہیں راستے طوفانِ باد نے

غزل

ٹوٹے ہیں آسمان کے تارے ، سلامتی !
نہ گر سکے ، زمین سے ہارے، سلامتی !

ہر شیخ کے قلم پہ ہیں تکفیر کے حروف
اِبلیس کو یہ جان سے پیارے، سلامتی !

زرداریوں کی کھیتیاں سرسبز چار سُو
دہقاں مگر ہیں بھوک کے مارے، سلامتی !

یہ بے بسی کا دور 'کورونا' کے ہے سبب
بیچے رہیں اے رب ، مِرے پارے، سلامتی !

یہ نوح کا طوفان ہے، خونِ جگر نہیں
دل پر گناہ کے بوجھ ہیں بھارے، سلامتی !

ہے کون ابراہیم یاں ؟ نمرود ہیں سبھی
شیطاں کی سب ہیں آنکھ کے تارے، سلامتی !

شبنم نہیں یہ پھول پہ، عاصیؔ کے باغ میں
بلبل کی چشمِ نم کے ہیں دھارے، سلامتی !

غزل

مرے محبوب! خوابوں کی مرے تعبیر اچھی ہے
تری سوچوں میں محلِ نور کی تعمیر اچھی ہے

قدم رُک کر بھی منزِل کی طرف ہمت بڑھاتے ہیں
تیری زلفوں کی پیروں میں پڑی زنجیر اچھی ہے

عجب بیمار ہے دُنیا کسی ناگن کی شیدائی
اُسے کہتی ہے زہریلی مگر اکسیر اچھی ہے

وحشت ناک رنگوں سے جو اُبھری تھی حقیقت میں
وہی دیوارِ سیمیں پر لگی تصویر اچھی ہے

ستم سہنے کی وہ تلقین کرتے ہیں زمانے کو
صحیفوں کے حوالوں سے بنی تقریر اچھی ہے

نگاہوں سے جو چلتی ہے تو قتلِ عام کرتی ہے
مگر عادِل کا ہے کہنا کہ یہ شمشیر اچھی ہے

نبی کے نام پر تُو نے ستم سہہ لئے اگر ہنس کر
سمجھ لو سارے عالَم سے تیری تقدیر اچھی ہے

گھائل ہو کے دھارے نور کے نکلے ہیں سینے سے
کریں تصدیق یہ، دشمن کی نوکِ تیر اچھی ہے

مرے قِرطاسِ دل پر لکھ دیا ہے اہلِ دانش نے
جو لفظوں کی ملی عاصیؔ کو وہ جاگیر اچھی ہے

غزل

منظورِ نظر شخص کے پندار سے خوش ہوں
پندار نظر آتا ہے رُخسار سے خوش ہوں

وارفتگی تحریکِ محبت کا مداوا
اس شے کا ہے جو مجھ پہ اُس آثار سے خوش ہوں

دَر پیش مسائل ہیں تو اس دور میں اب بھی
میں رَفتگاں کے خوابِ ثمر بار سے خوش ہوں

اب خاک کی اَرواح کو مٹی میں ملا دو
اب جسم کی ڈھلتی ہوئی دیوار سے خوش ہوں

اس دورِ ندامت میں یہ اعلان ہے میرا
اپنوں سے نہیں خوش میں ان اغیار سے خوش ہوں

انداز خداداد ہے میرا تو تبھی میں
ہر شعر کی ہر آمدِ رفتار سے خوش ہوں

غزل

یہ خوارگی درِ قدرت کے ہجر کے ہے طفیل
مطالباتِ اُخوت کے ہجر کے ہے طفیل

یہ دُوریاں ہیں جو محبوب اور میرے بیچ
جواہراتِ ندامت کے ہجر کے ہے طفیل

دلِ خمار میں نفرت بھری ہوئی ہے تری
یہ حادثہ تری اُلفت کے ہجر کے ہے طفیل

یہ میرے شعر و تخیل میں جو ہے ویرانی
عزیز دوست کی مدحت کے ہجر کے ہے طفیل

میں گھر میں رہ کے بھی بے گھر ہوا پڑا ہوں یہاں
زمانے بھر کی مودت کے ہجر کے ہے طفیل

جو میرے پاس ہے پھر بھی یہ دور ہے مجھ سے
میسراتِ سہولت کے ہجر کے ہے طفیل

غزل

کمال ہو گیا بہت سوالِ خاکسار سے
جو باغیانہ ہو گیا تھا پھول ایک خار سے

حصول ہو گئی مری تمام خواہشات تب
میں جب لڑا عزیز دوستوں میں تین چار سے

وفا سمیٹنا نہیں تو تو بھی خوار ہے یہاں
یہی گذارشات ہوں گی تیرے سوار سے

مجھے نہ چھوڑنا نہ چھوڑنا نہ چھوڑنا کبھی
میں کہہ رہا ہوں ایک بات بار بار یار سے

سکھا رہے ہیں بس لڑائیاں یہاں کے سب فریق
سو اختلاف کر رہا ہوں اس قبیلِ مار سے

غزل

میرا دلدار مرے ساتھ جفا کرتا ہے
بس مجھے چھوڑ کے وہ سب سے وفا کرتا ہے
میں ستاروں کو شبِ ہجر میں یوں گنتا ہوں
ایک مزدور جو تنخواہ گنا کرتا ہے
میں درِ خواب کو بس خواب میں ہی دیکھا کروں
میرا محبوب سرِ شام دعا کرتا ہے
نرگسیت تو اجل ہے وہ مجھے وصل کے بیچ
ہر طرح سے ہی جو پابندِ انا کرتا ہے
ہر منافق کی بڑی شان ہوا کرتی ہے
ایک پہیہ بھی تو سڑکوں پہ چلا کرتا ہے

غزل

جب جاگتا ہوں سوچتا ہوں جانے کہاں ہیں
آلام مرے خواب و تخیل میں نہاں ہیں

اک سوچ ترے وصل میں بوڑھی نہیں ہوتی
اک سوچ ترے وصل کی چاہت میں جواں ہے

میں آسماں کو ہاتھ میں اس طور لپیٹوں
سب مجھ کو کہیں تجھ پہ تجلی کا سماں ہے

چاہت تو فقط اتنی ہے ہم سب کو یہاں پر
درپیش بلندی نہیں فرسودہ مکاں ہے

اک خوبرو پوشاک پہن لینی ہے عاصیؔ
پھر جسم نے کہنا ہے یہی سارا جہاں ہے

غزل

دشتِ سخن میں شوخیء تحریر تار تار
کر دوں گا میں زمانے کی تصویر تار تار

ہم کو سکون و چین میسر یہاں ہو تب
ہو جائے گر ہماری بھی تقدیر تار تار

فوراً پرندگان مرا جال لے اُڑے
فوراً سے ہو گئی مری تدبیر تار تار

اس وجہ میں شکست سے دوچار ہو گیا
میدانِ جنگ میں ہوئی شمشیر تار تار

اپنی گھٹن کی شہ پہ تو زندان توڑ دے
کر ڈال اب غلامی کی زنجیر تار تار

غزل

شعر آمد کے سماتا ہوں میں آوردہ بھی
کبھی خوش رنگ مگر ساتھ میں فرسودہ بھی

بزم چھائی ہوئی ہے خالی دماغوں سے تبھی
عقل جاتی ہے وہاں بیٹھ کے موجودہ بھی

کھیل جاتے ہیں مرے دل سے محبت کے محب
اور کبھی توڑ ہی جاتے ہیں مرا کعبہ بھی

تو مقابل نہیں آ سکتا مرا دعویٰ ہے
میں شکستہ نہیں ہو سکتا مرا دعویٰ بھی

مجھ کو ملزم نہ بنا اور توجہ سے سن
پورا کر دوں گا کبھی مل، میں، مرا وعدہ بھی

اپنے دشمن کو میں جب دیکھتا ہوں ہنستا ہوں
دیکھتا ہوں کہ وہ شاطر ہے مگر سادہ بھی

غزل

اکرام یوں کیا ہے محبت کے باغ کا
بوسہ لیا ہے چہرے پہ کالے سے داغ کا

پیاسا ہو اور عقل سے بھر پور ہو کوئی
ڈھونڈا تو ایک نام ملا صرف زاغ کا

اُلفت کے دور میں تو ضروری ہے دل فقط
اس میں نہیں ہے کام کوئی بھی دماغ کا

صورت حسین تر، سی بنانی ہے قیس کی
منظر نگار کھینچنا منظر جو راغ کا

خوش ہوں شرابِ عشق کی مجلس میں عشق نے
میری طرف ہی چہرہ بڑھایا ایاغ کا

پھر بھی یہاں ہے روشنی شب میں مگر ہے کیوں
چہرہ بجھا دیا ہے اگرچہ چراغ کا

غزل

برسرِ خام خیالی میں مکاں دیکھتا ہے
طالبِ خواب فقط راہِ گماں دیکھتا ہے

اک مفلس تو فقط نوکری بارے دیکھے
اشتہارات میں کب سارا جہاں دیکھتا ہے

اختیارات ہیں کچھ ایسے کہ سب دیکھتا ہے
دامنِ آنکھ میں دل خواب نہاں دیکھتا ہے

ہستیِ دل میں اگر جھانک لگائے عاشق
بس یہاں رقص محبت کا سماں دیکھتا ہے

میری امداد کو محبوب نہیں آتا ہے
میرے اندر کی سبھی آہ و فغاں دیکھتا ہے

اس کے قدموں میں میں بیٹھا مگر وہ عاصیؔ
یار احساس کا اظہار کہاں دیکھتا ہے

غزل

تذکرے میں ہی کہیں آیا مگر نام آیا
کس جریدے مری مشہوری کا پیغام آیا

آ گیا تھا تو اسے جانے میں کیسے دیتا
صبح آیا نہیں گو آیا سرِ شام آیا

تحفتاً اس نے جو بھیجا میں ہوا خوش اور پھر
میں نے پیا تھا مرے نام کا جو جام آیا

مجھے مزدوری نہ ملتی تھی مگر اب اے دوست
شاہی محلوں سے مرے واسطے ہر کام آیا

پیار کی ہار تھی سو مجھ پہ لپیٹا تھا کفن
جسم پر ایسے تھا کہ جیسے یہ احرام آیا

میں نے پھینکا تھا تمہارے لئے جو جال مگر
اپنے پاؤں میں ہی پھینکا ہوا وہ دام آیا

غزل

جو تو مرا حبیب ہے
معاملہ عجیب ہے

وفا ملے نہیں نہیں
جفا ترا نصیب ہے

تو آ کے مل گلے مجھے
اگر مرے قریب ہے

وفا دوا میں ڈال دے
کہیں کوئی طبیب ہے

مدد کرے فقط خدا
کہیں کوئی غریب ہے

اسی کا ساتھ چاہیے
کہ جو مرا حبیب ہے

اگر نظر پڑے تری
مری شفا نصیب ہے

غزل

ہم نوا کوئی ستائش نہیں چاہت دینا
چھپ چھپا کر مجھے تھوڑی سی محبت دینا

مجھے تسکین ترے لمس سے ملتی ہے سو تم
اس وسیلے سے مجھے جلد ہی راحت دینا

میں پریشان ہوں دنیا میں چلی نفرت سے
تجھ سے امید ہے سو تُو مجھے چاہت دینا

چاہتا ہے یا نہیں پر مجھے دینا اے دوست
التزاماً ہی سہی اپنی قرابت دینا

بس یہی تجھ سے کروں گا میں تو یہ فرمائش
تم ہمیشہ ہی مجھے اپنی رفاقت دینا

غزل

دامنِ آنکھ اگر دیکھ کے لہرائے دل
دل کے اپنے در و دیوار پہ چل آئے دل

جب اسے خواب کی بستی میں کہیں دیکھتا ہوں
میں تو شرماتا نہیں پر مرا شرمائے دل

ہم جو تحفہ ترے ہی واسطے لائے ہیں دیکھ
ہاتھ میں رکھ کے تمہارے لئے لے آئے دل

ہم دماغوں سے ہیں پر باش تبھی تو ہم لوگ
عقل کہتے ہیں اسے جس کو بھی سمجھائے دل

دشت کی گرمی مجھے راس نہیں آتی ہے
ہم ارم چاہتے ہیں چاہتے ہیں ہائے دل

صرف اس ہی کو بلندی پہ میں لے جاؤں گا
خالی دامن ہو مگر سینے میں جو لائے دل

عشق اک ایسی ہے خوراک جسے اے عاصی
کھائے ہے عقل جو بچ جائے اسے کھائے دل

غزل

عدو کہاں ہیں مرے میں بڑی محبت سے
گلے لگا کے انہیں میں ملوں گا الفت سے

قبیل پھول مجھے باغ میں نظر آیا
ہوئی وصول جو بُو تب مجھے مودت سے

اے کاش یوں ہو کہ دنیا کہ طرز پر تجھ کو
اگر میں چاہوں تجھے وہ بھی چاہِ راحت سے

حضور پاک کے صدقے مجھے ملا سب کچھ
مزید مانگوں گا سب کچھ میں تیری مدحت سے

جو رفتگاں میں گیا لوٹ کر نہیں آیا
میں کھینچ لاؤں گا ہر دور کو سہولت سے

میں ایک عہد سے ہوں منتظر ترا عاصی
تو آ کے مل مجھے کچھ عشق اور مروت سے

غزل

میرا محبوب خدا مجھ سے ملاتا ہی نہیں
منتظر ہے مرا وہ شخص جو بھاتا ہی نہیں

زخم ایسا ہے کہ بھرنے کو نہیں آتا ہے
عشق بھی تو مجھے اب چھوڑ کے جاتا ہی نہیں

لا مکانی مجھے مظلوم بنا رکھتی ہے
کیوں مکاں میرے خیالوں میں سماتا ہی نہیں

خاک اڑ جائے اگر خاک کے ایوانوں پر
خوف میں دامنِ رخسار پہ لاتا ہی نہیں

رونقِ دشت ہوئی ختم اچانک کیوں کہ
قیس و لیلیٰ کا مقلد یہاں آتا ہی نہیں

غزل

کاش یوں ہو کہ فلک کو بھی گھمایا جائے
اور زمینوں کے مقابل اُسے لایا جائے

عشق کے نام پہ جس جس نے کتابیں لکھیں
ان سبھی کو کہیں سولی پہ چڑھایا جائے

ہو بھی سکتا ہے کہ وہ اور حسیں ہو جائے
کاغذی شخص پہ پنسل کو گھمایا جائے

مجھ پہ درپیش مسائل کا کوئی حل تو کرو
فارمولا مری دنیا پہ چلایا جائے

یہ فقط پیٹ کی خاطر ہیں یہاں بیٹھے ہوئے
دوست درباروں سے پیروں کو بھگایا جائے

ایک وہ شخص مرے خواب میں آ جائے گا
گر نہیں آتا اسے کھینچ کے لایا جائے

غزل

اک تماشا میں سجاتا ہوں یہاں شام کے بعد
رقص کرتا ہوں زمانے کے اس آرام کے بعد

میں تری ہستی کا مالک ہوں مگر کرنا دعا
کاش آجائے مرا نام ترے نام کے بعد

کام سے پہلے مرے ساتھ ہی رہتے ہیں مگر
چھوڑ جاتے ہیں سبھی دوست مرے کام کے بعد

چین میں مجھ کو سکوں ملتا نہیں تھا کیوں کر
اب سکون مل گیا مجھ کو سبھی آلام کے بعد

ذات اللہ کی واحد ہے جہاں میں اور پھر
کون بنتا ہے خدا اب یہاں اس نام کے بعد

غزل

ایک مفلس کی ہتک اس طرح کی جاتی ہے
دھوپ جس طور زمینوں کی طرف آتی ہے

اب تو جھوٹوں کو پزیرائی بھی یوں ملتی ہے
جس طرح روشنی دیوار کو چمکاتی ہے

خشک نہ چھوڑ نا چھوڑے تو مجھے سبز کرے
دوست یہ آگ ہے سوکھوں کو بہت کھاتی ہے

اس زمانے میں تو کچھ بھی نہیں ہے میری پسند
اس کی تصویر ہے جو مجھ کو بہت بھاتی ہے

جب محبت کے مضامین نہیں پڑھتا میں
نیند لوری سے مری آنکھ کو سہلاتی ہے

اے محبت یوں نہ تڑپا مجھے جلدی لا دے
آنکھ میں اشک اگر میری طرف لاتی ہے

غزل

سرِ افلاک تمہیں دیکھ نہیں سکتا میں
اے مری خاک تمہیں دیکھ نہیں سکتا میں
عشق زادے تو مرے سامنے سے دور ہی رہ
اوئے سفاک تمہیں دیکھ نہیں سکتا میں
تمہیں پاتال نہیں اوج پہ جانا ہے بہت
زیرِ افلاک تمہیں دیکھ نہیں سکتا میں
ایسا کر تو کے بہت دور چلی جا مجھ سے
اب کٹی ناک تمہیں دیکھ نہیں سکتا میں
نوچ ڈالوں گا کسی روز تجھے دیکھنے کو
اے مری آنکھ تجھے دیکھ نہیں سکتا میں

غزل

ایک مصرع کرے عطا اس کو
وہ بنائے گا پھر ادا اس کو

وہ تو انسانیت کا قائل ہے
دو فقیرو! سبھی دعا اس کو

بے وفائی جو دیکھنا چاہے
میرے محبوب سے ملا اس کو

وہ پہنتا نہیں ہے میری پسند
لا کے دوں بھی اگر قبا اس کو

میں وفا کا جو داعی ہوں عاصیؔ
آ گئی یہ پسند ادا اس کو

غزل

قبر پر اس کی کہیں گے ایک دم اے دلنشیں
مل رہے ہیں بن ترے دنیا میں غم اے دل نشیں

لکھ رہا ہوں کیا مجھے آتی نہیں اس کی سمجھ
جام پی پی کر چلاتا ہوں قلم اے دل نشیں

پھول تو ہے سامنے لیکن چھپا نظروں سے ہے
کیا نگہ میں ہے یہ موجود و عدم اے دلنشیں

شوق سے صحرا نوردی کر ذلیل وخوار ہو
عشق کا موجود ہے تجھ میں جو دم اے دلنشیں

میں سکوں کے دور میں بھی دور ہوں تلوار سے
جنگ میں بھی بس اُٹھاتا ہوں عَلَم اے دلنشیں

غزل

خموش ہوں کہ اگر، بول چال ٹھیک نہ ہو
تو زخمِ دل کا مرے اندمال ٹھیک نہ ہو

چلائے کوئی عنق پر جو تیز تر تلوار
بچائے تجھ کو جو وہ، تیری ڈھال ٹھیک نہ ہو

یہ سِر کی اچھی لگے ہے جو میں قریب آ کر
گو کر بھی دوں گا اگر، تیری شال ٹھیک نہ ہو

اُداس ہو بھی تو پر بتا سکے نہ مجھے
میں پوچھوں تجھ سے اگر، تیرا حال ٹھیک نہ ہو

جو پوچھے مجھ سے اگر، شرم میں عاصیؔ
جواب ٹھیک سبھی دوں، سوال ٹھیک نہ ہو

غزل

اک آگ جلے دل کے سفینے میں مرے دوست
تو آئے سکوں مجھ کو بھی جینے میں مرے دوست
میں جاؤں گا سرکار کے روضے پہ خوشی سے
اور موت بھی آجائے مدینے میں مرے دوست
میں عشق کی زنبیل سے بس عشق ہی مانگوں
مجھ کو بھی ملے کچھ تو خزینے سے مرے دوست
سم پی لیا اب موت مرے سر پہ کھڑی ہے
کچھ ہو گا نہ تریاق کو پینے سے مرے دوست
اب مجھ کو تو کمیابی ملے گی اے عاصیؔ
اب خواب نکل آئے قرینے سے مرے دوست

غزل

ہجر میں اتنا چلا پاؤں کے چھالے مرے دوست
زہر بن کر کے ہوئے ہیں بڑے کالے مرے دوست

اس قدر میرے قریب آ کے قریب اتنا ہو
تیری ہر سانس مری سانس کو کھالے مرے دوست

تم نے مجھ کو جو لگایا ہے گلے سے مجھ کو
اس طرح ہو گیا میں تیرے حوالے مرے دوست

ایک یہ طرز ہے جو مجھ کو سکوں دیتا ہے
اپنی نظریں مری نظروں میں جمالے مرے دوست

وصل کی چاہ میں تڑپا ہوں ترے واسطے میں
وصل دے کر، کہ مجھے مجھ سے دعا لے مرے دوست

کب تلک تیرے لئے آنسو بہائیں عاصیؔ
آ بھی جا اور مجھے سینے لگالے مرے دوست

غزل

بنا ہوا ہے مرے واسطے خدا مرا عشق
دکھا رہا ہے مجھے روز و شب انا مرا عشق
حسین اتنا کہ اس کا احاطہ ہو نہ سکا
شریف زاد بھی بن نہیں رہا مرا عشق
ہوا تھا محوِ سفر تیرے راستے محبوب
ترے خمار کی دھرتی تلک گیا مرا عشق
اب آ گیا بھی تو کرنا نہیں قبول اسے
ہُوا ہی کیوں تھا در و بام میں ہَوا میرا عشق
زمانے بھر میں ملا ہی نہیں تھا لیکن دوست
ترے وجودِ معطر سے پھر ملا مرا عشق
پکارتے تھے مجھے قیس پر اچانک ہی
نجانے کیسے زمانے سے چھپ گیا مرا عشق

غزل

خیال آتے ہیں اب تو بڑے تخیل میں
خیال تیرا بس آنے پڑے تخیل میں

اُڑان بھر تو فلک کو بھی اپنا وقت نواز
سکون چھائے فلک پر پڑے تخیل میں

وہ ایک بار ہی مڑ کر دیکھ لیتا ہمیں
پکارتے رہے اس کو کھڑے تخیل میں

تخیلات کی وسعت میں برکت چھائی
غزل کے موتی بہت سے جڑے تخیل میں

ہوا پڑا ہے بہت انتشار اے عاصیؔ
بنے ہوئے ہیں بہت سے دھڑے تخیل میں

غزل

تمہارے سر پہ ہے سایہ ہمارا
ہمارے دل پہ ہے قبضہ ہمارا
ہماری ذات میں ہے نرگسیت
بتاؤ اُسے رتبہ ہمارا
پڑے ہیں سنگ دل پر عاشقی کے
مگر ٹوٹا نہیں کعبہ ہمارا
سبھی عشاق میں تقسیم کر دو
نیازِ عشق ہے گریہ ہمارا
زمینیں چھوڑ دیں اجداد کی اور
تمہاری یاد ہے ورثہ ہمارا

غزل

اذن لے کر بھی محبت نہیں کر سکتا میں
اب کبھی بھی تری چاہت نہیں کر سکتا میں
اپنی ہستی سے تو نفرت نہیں کر سکتا میں
سو ترے ساتھ محبت نہیں کر سکتا میں
اب تو کانٹوں کو ہی میں دل میں بسائے رکھتا ہوں
اب تو پھولوں سے مودت نہیں کر سکتا میں
کر نہیں سکتا کسی طور ترا پیار اپنا
اب ترے عشق کو قسمت نہیں کر سکتا میں
اس سے پہلے جو ہوئی ٹھیک مگر اب مرے دوست
اب کبھی بھی تری مدحت نہیں کر سکتا میں
آنکھ سے آنسو ٹپکتا ہے سمندر تو نہیں
اک تراشے کو بڑا خط نہیں کہہ سکتا میں

غزل

آپ بھی گر دل سے ہم کو پیار کرنا چھوڑ دیں
ہم گریبانوں کو اپنے تار کرنا چھوڑ دیں

آپ کے رخسار پر ہے آفتابی اک تپش
قربتوں سے اب ہمیں بیمار کرنا چھوڑ دیں

لُٹ رہے ہیں آپ کے ہاتھوں سے لعلِ بے بہا
آپ نہ اِس دہر کو زردار کرنا چھوڑ دیں

سوچ کے زندان سے نکلی حسینہ وقت کی
غیر ممکن ہے کہ ہم دیدار کرنا چھوڑ دیں

چھوڑ دیں گے آپ کا ہم نام لینا شعر میں
آپ ہم سے عشق میں تکرار کرنا چھوڑ دیں

بن کے روئی اُڑ گئے ہیں عشق کے کوہِ گراں
آپ بھی عشاق کو سنگسار کرنا چھوڑ دیں

ہم نہ لیں گے چارہ گر کا نام بھی عاصیؔ کبھی
آپ گر اپنی نظر سے وار کرنا چھوڑ دیں

غزل

بند در سب کر دیئے تو آ نہیں سکتی ہوا
ہوں زباں پر قُفل تو پھر کس کی آئے گی صدا
دل کا ویرانہ ہوا ہے اِس طرح معُجِز نُما
نین کی پُتلی سے برسی ہجر کی کالی گھٹا
دل کے صحرا میں ہے اُترا قافلہ اِک یاد کا
ڈھول ہے چاروں طرف آتی نہیں بانگِ درا
بھر گیا کیچڑ شہر میں بارشوں کی فصل میں
دم بخود حشرات و انساں، نہ کوئی آوازِ پا
چاند اترا ہے زمیں پر جانچنے کو حالِ خاک
نہ کرن کو راس آئی اِس زمانے کی ادا
باغ میں برگ و ثمر نہ ہوں تو ملتا ہے سبق
پھینک کر سر کا دوپٹہ پھر کہاں شرم و حیا
آ گئی فصلِ بہاری اب نہ جائے لَوٹ کر
بلبلوں کے واسطے عاصؔی کے دل کی ہے دعا

غزل

شیشے پڑے ہوئے ہیں پتھر کی سوچ میں
پتھر ہے کوہسار کی اندر کی سوچ میں

چلتی ہوئی ہیں کشتیاں منزل کی راہ پر
ساحِل بھی ہیں خموش سمندر کی سوچ میں

موسم نظر ہیں آ رہے چہروں کے ساتھ ساتھ
ہر آئینہ شفاف ہے منظر کی سوچ میں

سوچوں میں دہلی، اور ہے اسلام آباد ایک
ڈوبی ہیں دونوں طاقتیں لشکر کی سوچ میں

ایک سا ہی رنگ ہے ہر اک کے خون کا
رہتا ہے سرخ رنگ ہی خنجر کی سوچ میں

اپنے ایمان کی نہیں ہے سوچتا کوئی
اعمال دوسروں کے ہیں اکثر کی سوچ میں

اُٹھ کر اذان کہنی ہے عاصؔی نے صبح دم
پڑھ کر درود آ گیا بستر کی سوچ میں

غزل

اُڑتے وقت کو تسخیر کرنا
مکانِ فکر کو تعمیر کرنا

تِرے افکار میں گر زندگی ہے
اِسی عنوان پہ تقریر کرنا

دیتے ہو دہر کو زہرِ قاتل
مجھے ہے زہر کو اکسیر کرنا

تِرے ہی خواب ہیں میری شبوں میں
انہیں سورج نے ہے تعبیر کرنا

وفاؤں کو کبھی نہ چھوڑ پاؤں
مجھے اب عشق کو زنجیر کرنا

جہادِ وقت کا ہے یہ تقاضہ
قلم کی نوک کو شمشیر کرنا
نہ برکھا نور کی گر شعر میں ہو
تو پھر نعتِ نبی تحریر کرنا
میرے عیبوں پہ لکھا ہے مقالہ
اُسے اب ہے یہی تشہیر کرنا
مجھے عاصیؔ بھی کہتا ہے مصور
مجھے اُس کو بھی ہے تصویر کرنا

غزل

لکھ کے سب اوراق نیچے حاشیہ لکھتا ہوں میں
اپنے ہر مکتوب میں دل سے دعا لکھتا ہوں میں

میں نہیں تاریخ داں لیکن خبر رکھتا ہوں سب
یاد کی آنکھوں میں پنہاں سانحہ لکھتا ہوں میں

منزلوں کی راہ کو نہ میں کہوں منزل ہے یہ
پاؤں جس پر ہیں مرے وہ راستہ رکھتا ہوں میں

ہجر میں جو ہاتھ آئیں لذتیں میری ہوئیں
عشق کے صفحات پر اک التجا لکھتا ہوں میں

دائیں بائیں کوہِ اسود، بیچ میں چلتا ہوں میں
قربتیں ہیں دور کتنی، فاصلہ رکھتا ہوں میں

ہیں مری تحریر میں شامل صحیفوں کے حروف
کون کہتا ہے حقیقت کے سِوا لکھتا ہوں میں

آج کے تاریخ داں نے کان میں مجھ سے کہا
پتھروں کو عاصیؔ صاحب آئینہ لکھتا ہوں میں

غزل

سہما سہما وطن ہے میرا مٹی بھی حیران
سارے شعبے راشی اس کے، پُرشوکت پردھان
دہشت گردوں کے ہیں حامی حوروں کے دِلدادہ
کوئی نہ جانا، کوئی نہ سمجھا اللہ کا فرمان
نہیں ضرورت بنیادوں کی، نہ ہی ریت سیمینٹ
پانی سے تعمیر ہے کرنا تاج سا ایک مکان
کانپ گیا میں بھول کے سب کچھ دیکھ کے ایک گواہ
جھوٹا حلف اٹھایا اُس نے ہاتھ میں تھا قرآن
کیس عدالت میں جب دوست ہوئے سب دشمن
تھانیدار کے دل نے میرے حق میں دیا بیان
مجھے یقین ہے بن جائے گا اک دن لکھتے لکھتے
اجلے اجلے لفظوں والا میرا بھی دیوان
خود کو زخمی کرنا ہے تو اسی لئے اے عاصیؔ
بے رحمی کے سانچے میں سب ڈھالیں تیر کمان

غزل

آنکھوں سے سُننے والا، کانوں سے دیکھتا ہے
عاشق وفا کی رمزیں بھونرے سے جوڑتا ہے

کھُلتا رہا ہے عُقدہ فرہاد کی وفا کا
بے جان تیشہ اب بھی پتھر کو توڑتا ہے

افکار کی شبوں میں اذہان جاگتے ہیں
سوچوں کا لمحہ لمحہ خوابوں کو چھوڑتا ہے

میں سامنے جو دیکھوں پیچھے نظر بھی آئے
سجدہ مِری نگاہ کے آنسو نچوڑتا ہے

گُل بن گیا ہے شیشہ ہاتھوں سے گر کے میرے
اب پتیاں نہ بکھریں دل یہ ہی سوچتا ہے

اک ہے مکاں سخن کا تعمیر دل کے اندر
میٹھی غزل کے در کو ہر لفظ کھولتا ہے

جب بھی اُتر کے آئے دھرتی پہ فضلِ ربی
وہ ہی ستمگروں کے خنجر کو توڑتا ہے

نکلا ہوں جان دینے راہِ جُہد پہ عاصیؔ
محبوب کے ہی در پہ وہ سر کو پھوڑتا ہے

غزل

عرش سے نازِل ہوا حرفِ حق روشن بہت
اہلِ عالم کا ہوا اک طبق روشن بہت

میری آنکھوں کا سنبھلنا ہو گیا مشکل بہت
اُن کے گالوں میں ہے ڈوبا اک شفق روشن بہت

یوں تو سنتے ہیں بہت دانشوروں کی گفتگو
اپنی امّاں سے جو سیکھا وہ سبق روشن بہت

قدر کی وہ رات جو پوری کرے ہر آرزو
روزہ داروں کے لئے اُس کا افق روشن بہت

نہ ملے تعبیر مجھ کو اپنے خوابِ وصل کی
جس میں دیکھا چہرہ محبوب اُفَق روشن بہت

میرے ہاتھوں کی لکیروں میں اندھیرے اب نہیں
اخترِ تقدیر لگتا ہے اَدَق روشن بہت

مِل گیا فیضان عاصیؔ کو نبی کے نور کا
نعت کے الفاظ سے تھا وہ ورق روشن بہت

غزل

شعر وہ ہے کہ جس کا طِلسم پھیلے
اُس کے معنی کی بھی کوئی قِسم پھیلے

نہیں ہے یہ کہ ستارے سے وہ نیچے آئے
خاک میں ہے جو چھُپا وہی نورِ اِسم پھیلے

روئیں روئیں پہ اثر ایسا ہوا ہے زمیں کا
جو روح پھیلے تو سنگ اُس کے جِسم پھیلے

کفر کرتے ہیں وہ لوگ کہ جن کے دل میں
خدا تو ایک ہو، پر، بتوں کا بھی طِلسم پھیلے

حرف برسے جو مِرے دل میں بارش کی طرح
ارضِ تخلیق میں میری بھی تو رِم جھِم پھیلے

سنگیت کے کوچے میں بھی دیکھا ہے جا کر ہم نے
نامِ اِبلیس کا واں پہ بھی اک رِدم پھیلے

کوئی شہید کرے عاصیؔ کو تو میرے اللہ
میری لحد پہ گُلِ جنوں کی کوئی قِسم پھیلے

غزل

ذہن و دل میں قصر ہیں کتنے بنا لئے
قسمت سبھی کی دو ہی گز آخر کو پا لئے

بارش نہ میرے پاؤں کے تلووں کو چھو سکی
میں نے قدم ہیں خاک پہ ایسے جما لئے

صحرا ترستے رہ گئے اک بوند آب کو
موسم بہت ہی آئے تھے کالی گھٹا لئے

جل کر ہے خاک ہو گیا الفت کا ہر مکاں
آتش فشاں سی برق تھی ظالم نگاہ لئے

ہم نے کیا نہ پیار میں کچھ بھی اگر مگر
احکام سارے مان کے سر بھی جھکا لئے

بولی غزل تپاک سے شاعرِ نامور
اپنے نہ نام کو کبھی بے جا اچھالئے

کِرنوں سے ہے مقابلہ اِس چاندرات میں
شب تاب محوِ رقص ہے اپنی ضیا لئے

اخبار کی ہیں سُرخیاں توحید کے خلاف
تیغِ قلم میان سے عاصیؔ نکالئے

غزل

پہلے رقیب کا تھا، اب وہ بنا ہے میرا
قندیل کے قریں ہے، وہ چھوڑ کر اندھیرا

وہ شمر کی طرح کا دیتا ہے زخم کاری
اس پر لگائے پھر وہ تیزاب کا پھریرا

تنہا میں رہ گیا ہوں گمنام جنگلوں میں
روتے ہیں سب درندے جنہوں نے مجھ کو گھیرا

ایسے عجب وہ راہی سیرِ جہاں کو نکلے
سوچوں میں سب کی ان کا ہے صبح و شام پھیرا

ان کا سُراغ پانا ہے پستیوں سے مشکِل
کوہِ سُخن پہ ان کا شاہین سا ہے ڈیرا

شاعر کا دل تو دھڑکے اس کی غزل کے اندر
اُس کی ہے شب وہیں پہ، اس کا وہیں سویرا

دیکھا ہے خود کو عاصیؔ سب نے ہی آئینوں میں
اُن کے بجُز کسی کا اُجلا نہیں ہے چہرہ

غزل

خوشیوں محبتوں کی سب کو دعا دے مُرشَد
اپنی طرح سے رہنا ہم کو سکھا دے مرشد

ساری خطائیں اپنی تجھ کو بتا رہا ہوں
نہ پھر کروں خطائیں ایسی سزا دے مرشد

نورِ سُخن سے بھر کر رکھوں میں اپنا سینہ
اب زندگی کو میری ایسا بنا دے مرشد

تیری نِگہِ کَرَم سے مجھ کو بھی کچھ عطا ہو
جو درمیاں ہے چلمن اُس کو ہٹا دے مُرشَد

تُو ہے اُتر کے آیا پربت کی رِفعتوں سے
دھرتی پہ جو ہے سیدھا، رستہ دکھا دے مرشد

تجھ کو تو علم ہوگا ، انصاف کی گلی کا
اُس کی مکیں ہو دنیا، ایسی دعا دے مرشد

روحانیت کے اندر تُو پدرِ با وفا ہے
نیندیں اُڑی ہوئی ہیں ، لوری سُنا دے مرشد

تجھ کو خدا نے بخشی روحوں کی بھی طبابت
گھائل ہوا ہے عاصؔی اِس کو دوا دے مرشد

غزل

گُم ہوا دل، ڈھونڈتا ہوں ، نہ ملا اُس کا سُراغ
بستی بستی رات ساری لے کے نکلا ہوں چراغ

ہاتھ میں الجھا قلم، اور سامنے، کاغذ سفید
کون ہوں میں؟ سوچتا ہی رہ گیا میرا دماغ

پھل کی شیرینی نے مالی کی زباں جکڑی ہوئی
بچہ بچہ مانگتا ہے بس یہی اَثمارِ باغ

ساقیا! میں ہوش میں! بے فیض میخانہ تِرا
سامنے رکھ دے مِرے، مستی بھرے، سب ہی ایاغ

میں نے تو سجدے کئے، لاکھوں، مگر یہ کیا ہوا!
میرے ماتھے پر بنا نہ اب تلک سجدے کا داغ

چاہتا ہوں، میں ملوں، خود سے کبھی تنہائی میں
جانے کیوں پاتا نہیں ہوں، میں کبھی، ایسا فراغ

گھر ہے خالی برکتوں سے، نہ ہی مہماں کا نزول
اب نہیں دیوار پر عاصیؔ کبھی بولا ہے زاغ

غزل

بات کرتی ہیں وہ چشم غزالوں کی مانند
ہم جنہیں تکتے ہیں جمالوں کی مانند

یہ پیار کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے
خدوخال اسکے ہیں میرے خیالوں کی مانند

عشق میں بس یہی ارمغان ملا ہے ہم کو
چند یادیں میرے دل میں چھالوں کی مانند

مورتیں تراشی ہوئی ان میں ہوتی ہیں
عشق والوں کے سینے میں شوالوں کی مانند

محبت سے جب خط کبھی لکھتا ہوں اسکو
ہر وقت پڑھتی ہے وہ اس کو رسالوں کی مانند

رنج و ملال میں جب کبھی ہوتی ہے
طبیعت کھلتی نہیں زنگ آلود تالوں کی مانند

غزل

ملاؤں نے کی ہے یلغار پاکستان میں
سب کا ہوا جینا دشوار پاکستان میں

وہ ساری زبانیں جن سے پھول برستے تھے
سب ہو گئیں تلوار پاکستان میں

سوچو کہ جو بچے کھلونے بیچتے تھے
کیوں بن گئے بمبار پاکستان میں

حیرت ہے اب بچوں کے مدرسے پڑھنے سے
ڈرتی ہے سرکار سارے پاکستان میں

اک عمر سے بھائی چارہ تھا ہمایوں سے
اب باہم ہیں بیزار سارے پاکستان میں

حکومت میں جب سے آئے ہیں سب خرکار
ہر نظام ہوا بیکار سارے پاکستان میں

شکم پری کو جب سے لالچ بنایا ہے
ہر کوئی ہوا منافق وغدار سارے پاکستان میں

اس قوم کو پاس نہیں کوئی اپنی عزت کا
پہنتے ہیں شلوار کھاتے ہیں نسوار سارے پاکستان میں

مدرسے بازی سے اک ڈھونگ رچایا ہے ملاں نے
لوطی ملاں ہوئے ہیں بدکار سارے پاکستان میں

عاصیؔ کے قبیلے والوں کی رکھوالی کو
ہر سمت ہیں اسلحہ بردار سارے پاکستان میں

غزل

ہر سر پہ اب عزت کی دستار نہیں ہے
عوام کی کوئی بھی ہمدرد اب سرکار نہیں ہے

ابن الوقت ہو گیا ہے یہ بد بخت زمانہ
کوئی بھی انساں اب صاحبکردار نہیں ہے

صبر و برداشت سے عاری ہو گئی ہے دنیا
شور و غوغا تو ہے مگر کوئی خوش گفتار نہیں ہے

قول و عمل کا فرق نظر آتا ہے ہر جا
بد عملی کی وجہ سے مومن کی للکار نہیں ہے

اس قوم کو مقصد ہوا ہر وقت مفاد پرستی
مغرب کی طرح قمیض تو ہے مگر شلوار نہیں ہے

محبت

محبت ابروئے خمدار بھی ہے
یہ نازک ہے مگر تلوار بھی ہے
اس راہ پہ چلنا نہیں اتنا آساں
منزل اس کی سوئے دار بھی ہے
دکھاتی ہے کبھی سپنے سہانے
کبھی کرتی رُسوائی سر بازار بھی ہے
بناتی ہے کبھی چاک و نوکر
کبھی کھدواتی نہر شیر دار بھی ہے
لے جاتی ہے اپنے پیچھے در بدر
کرواتی سگ لیلیٰ سے پیار بھی ہے
چھڑواتی ہے تخت و تاج شاہ سے
عزت بیگ کو بناتی کمہار بھی ہے
اتنی اندھی ہوتی ہے عشق میں
کچے گھڑے پر کرتی یہ اعتبار بھی ہے
ہو جائے گر محبت پروردگار
بناتی یہ دو جہانوں کا سردار بھی ہے
اصل محبت کر تُو عاصی رب سے
یہ بندگی اور سنت ابرار بھی ہے

غزل

ادب کے مہ پاروں سے سُخن بیدار کرتے ہیں
ستم کوشی میں بھی اغیار کو سرشار کرتے ہیں
گماں کچھ اور ہے پر ہاتھ میں پتھر ہیں دشمن کے
پلٹ کر دیکھا تو خود ہی وہ لاچار کرتے ہیں
ہنر کے شاخچے جھڑ کے بھی نئے بیج ہوتے ہیں
کبھی خاروں پر وہ بھی اپنی یلغار کرتے ہیں
ہر اک شاخِ گُل نسرین میں اشکوں کے بادل ہیں
ہر اک ذرّے کو مٹی میں وہی رنگدار کرتے ہیں
ہجر کی شب سے بھاری ہے وہ محنت جو بھی کرتے ہیں
آدب کی کرنوں سے تخلیق کا اظہار کرتے ہیں
نظر میں نت نئے دیدار ہیں موسم کے اے عاصیؔ
جو روز و شب اپنے یار کا اظہار کرتے ہیں

غزل

تھی وہ لفّاظی جسے حسنِ بیاں سمجھتا رہا
آب و گِل کے میل کو اپنا جہاں سمجھتا رہا

یا وہ آزادی نہ تھی جس کو اَماں سمجھتا رہا
یا قفس کی وسعتیں ہی بعد ازاں سمجھتا رہا

کارواں کی دُھول تھی اور کارواں سمجھتا رہا
دوستو حدّ ِنظر کو آسماں سمجھتا رہا

ہو چکی تھی انتہاءِ مدّتِ قیدِ قفس
عندلیبانِ چمن کی تب زباں سمجھتا رہا

سن رہا تھا غور سے یوں قصّۂ بازارِ حسن
رہنمایانِ وطن کی داستاں سمجھتا رہا

کھینچ لی موسم نے سر سے بادلوں کی چھاؤں تک
رہبروں کی دل لگی کو سائباں سمجھتا رہا

نوکِ مژگاں آنسوؤں نے وہ سماں باندھا کہ بس
ایک اک ذرّے کو روشن کہکشاں سمجھتا رہا

احتیاج و اختیارِ آدمِ خاکی نہیں
بارِ ہجرت کو عطاءِ رفتگاں سمجھتا رہا

واعظانِ محترم نکلے اَسیر زلفِ یار
وائے نادانی متاعِ جاوداں سمجھتا رہا

شہر کی عاصی خرقہ پوشی کیا، ارادت کیا ہے اور کیا معرفت
مردِ خود آگاہ سے مل کر کیا سمجھتا رہا

غزل

حرمتِ بادہ ،جام کیا سمجھیں
بادشاہی ، غلام کیا سمجھیں

میر و سالارِ کورِ مادر زاد
صبح کیسی ہے، شام کیا سمجھیں

شیخِ مکتب کی آبرو حضرت
زلفِ پیچاں کے دام کیا سمجھیں

جام سے جن کو واسطہ ہی نہیں
مے کدے کا نظام کیا سمجھیں

علم و ادراک ، شرطِ اوّل ہے
آپ میرا مقام کیا جانیں

ہم تو خادم ہیں پیر و مرشد کے
ہم حلال و حرام کیا سمجھیں

رمزِ رُشد و امامتِ دوراں
آج کے ، پیش امام کیا سمجھیں

رزقِ صحرا نہ ہوں تو پھر کیا ہوں
راستے ، بے لگام کیا سمجھیں
عظمتِ گوہرِ زمیں عاصیؔ
عاصی ِبالائے بام کیا سمجھیں

غزل

رند، افسانۂ اقرار، بھلا کیا سمجھیں
دیر و مسجد یہ گنہگار، بھلا کیا سمجھیں

کب ہوئے برق سے دوچار، بھلا کیا سمجھیں
کشتۂ چشمِ ستمگار، بھلا کیا سمجھیں

خوگرِ کاکلِ پیچاں ہیں ابھی ،شیخِ حرم
قربِ محشر کے وہ آثار، بھلا کیا سمجھیں

چشم واَبرو کے اشاروں پہ ہیں رقصاں ہر پل
رہنما ،عظمتِ کردار، بھلا کیا سمجھیں

کس لئے روز لگاتا ہے گلے سے گل چیں
قمریاں ناظمِ گلزار، بھلا کیا سمجھیں

ہیں سب احساں یہ ستاروں کے وگرنہ اے دل
راستے قافلہ سالار، بھلا کیا سمجھیں

ہم سے مجبور ، سرِ بزمِ غزالاں یارو
اپنے جذبات کا اظہار، بھلا کیا سمجھیں

ہیں جو گرویدۂ اندازِ پلنگاں اے دوست
قیمتِ آہوئے تاتار، بھلا کیا سمجھیں

دست بر قبضہ، خدایانِ مصائب لوگو
چارۂ خواہشِ بیمار، بھلا کیا سمجھیں

جن کے صحرا و کُہستاں ہوں مساکن، زاہد
سطوت و شوکتِ سرکار، بھلا کیا سمجھیں

عاصؔی، کی ہے نہ غلاموں پہ ذرا بھی تنقید
آپ، رسم و رہِ دربار، بھلا کیا سمجھیں

غزل

قلوبِ سروراں ایمان کیا
بہ چشمِ واعظاں، عرفان کیا ہے

کرے ہے شیخِ مکتب خود سراہی
بنے ہے نا خلف، ذیشان کیا ہے

جہاں بکتی ہو گیتا، کوڑیوں میں
صنم رہتے ہیں، واں بھگوان کیا ہے

برائے مریم و عیسیٰ نمائی
مسیحا مانگتے ہیں، دان کیا ہے

پروہت پاٹ بیچے یا کرے ہے
گرو دوارے میں ہے طوفان کیا ہے

خداوندا، یہ کیسی مصلحت ہے
نظامِ قدر میں، شیطان کیا

سیہ بختی سجائے عاصیؔ، پھرئیے
محرّم ہے ابھی رمضان کیا ہے

غزل

اے ماہِ بے مثال ، تجھ سے پیار ہے
اے نازشِ غزال، تجھ سے پیار ہے
کیا ہجر کیا وصال، تجھ سے پیار ہے
تو ہی گزشت وحال ، تجھ سے پیار ہے
بے مثل و باکمال، تجھ سے پیار ہے
اے پیکرِ جمال، تجھ سے پیار ہے
تضحیک یا وبال ،تجھ سے پیار ہے
واعظ کو ہے ملال ،تجھ سے پیار ہے
آئے تصوّرات میں تیرے سوا ،کوئی
کس کی ہے یہ مجال، تجھ سے پیار ہے
وجہِ خروجِ آدمِ خاکی ہے خلد سے
یا ہے پسِ قتال ،تجھ سے پیار ہے
ساقی شراب وجام سبھی روپ ہیں تیرے
اے محورِ خیال ، تجھ سے پیار ہے

نوکِ زبانِ شیخ ،سرِ بزم ہے تو کیا
تمہیدِ قیل و قال ، تجھ سے پیار ہے
ہر لمحہ زندگی کا،تیری نذر تیرے نام
ترتیبِ ماہ و سال ،تجھ سے پیار ہے
خود رفتگی، وفورِ عقیدت ، جنونِ عشق
منجملہ سوال ،تجھ سے پیار ہے
کہتے ہیں عاصیؔ ،تیری اداؤں سے ہے
یک گونہ احتمال، تجھ سے پیار ہے

غزل

ذہن کو پہلے، کشادہ کریں
بعد ازاں ، آغازِ بادہ کریں

دیکھیئے سوئے گلِ خانہ خراب
جب بھی ہنسنے کا ارادہ کریں

امتحاں لیجے قہقہوں کا ، مگر
میکشوں سے ، استفادہ کریں

شیخ تائب ہے تو کیوں پینے کی ضد
نامناسب ہے اعادہ کریں

اپنی تقریبات ، اے اہلِ وطن
جس قدر ممکن ہوں،سادہ کریں

پیَر ڈھکتا ہوں تو کھل جاتا ہے سر
بھائی کچھ تنخواہ زیادہ کریں

التجائے وصل،ساقی سے حضور
درمیانِ جشنِ بادہ کریں

حکم ہے تخفیفِ آبادی کو، یہ
دو ہی بچے نر نہ مادہ کریں
رشکِ حوراں کم سے کم اپنے لئے انتخابِ صاحبزادہ کریں

غزل

وقت کا انتظار اچھا نہیں
دھڑکنوں کا شمار اچھا نہیں

اندرونِ حصار اچھا نہیں
صحنِ مقتل ہے ، دار اچھا نہیں

تا بہ حدِّ فشار اچھا نہیں
پیشِ رنداں خمار اچھا نہیں

راہزن ہیں لباسِ درویشاں
اس لئے ، اعتبار ٹھیک نہیں

اِن سے بہتر ہیں، دوستو پتھر
ایسے ، پروردگار اچھا نہیں

چند پھولوں کی آبیاری کو
صحنِ گلشن شکار اچھا نہیں

زین ڈھیلی ، نہ لنگ ہے گھوڑا
اسپِ شب پر سوار اچھا نہیں

بہرِ خیراتِ عشق ، شیخِ حرم
دامنِ تار تار اچھا نہیں

کچھ تو سمجھایئے ، نگاہوں کو
ہیں ، سرِ بزم چار اچھا نہیں

جسم نہ پائے گا رنگِ بزمِ طرب
ساقئِ دل فگار اچھا نہیں

پائے آتش نہ اتنے پھیلائیں
خاک ہے شرمسار اچھا نہیں

نقشِ پائے گزشتگاں چلیئے
روییۓ زار زار اچھا نہیں

کس قدر ہے ملال ، چہرے پر
کیا دلِ بے قرار اچھا نہیں

یوں نہ ہو ، جاں سے ہم گزر جائیں
دیر اتنی بھی یار اچھا نہیں

خامشی آپ کی ، سرِ محشر
اے صحرائی ذی وقار اچھی نہیں

غزل

ہو نہ جاتے امر خود بخود
قتل کرتے وہ گر خود بخود

ٹُک ملائیں نظر خود بخود
دیکھ لیں گے ، ہنر خود بخود

دیکھیئے ، در بہ در خود بخود
فصلِ گل کی، خبر خود بخود

دو گھڑی بھی ، ٹھہر نہیں پاتے
جب بھی جاتے ہیں گھر خود بخود

پرسشِ مرگِ شب گزیدہ ، کو
چل کے آئی ، سحر خود بخود

منتظِر تھے، کنارِ حوضِ جناں
زیست کے منتظرؔ خود بخود

تیغ ھتامے چلے ہیں ، مقتل کو
عاصیؔ ِ آشفتہ سر خود بخود

غزل

دریا نہ موج، اور نہ دھارے کا خیال کر
اس وقت ناخدا تو خسارے کا خیال کر

گردابِ صد بلا سے کنارے کی بات کر
اے ناخدائے قوم، سہارے کی بات کر

توجیہہِ وصلِ برق و نشیمن نہ کر بیاں
جلتے ہوئے چمن کے، نظارے کا خیال کر

صیّاد مضطرب ہے، خدارا بہا نہ اشک
مقتل میں حشر سا ہے، اشارے کا خیال کر

بے سود خواہشاتِ مہ و مہر، جانِ من
یہ دورِ ابتلا ہے گزارے کا خیال کر

اوڑھے ردائے برف تو مانا کہ ہے، ولے
خوابیدہ زیرِ اوج، شرارے کا خیال کر

اڑنے سے قبل، سوئے خیابانِ کہکشاں
آغوشِ ماہتاب، ستارے کی بات کر

جانے بھی ہے، مدارجِ سیماب یا نہیں
آہن خطاب شیخ سے پارے کا خیال کر

تھا عاصیؔ بھی تو ہجر گزیدہ، کہیں تھے لوگ
بزمِ سخن میں، درد کے مارے کا خیال کر

غزل

پریشاں ہر گلِ خنداں ہے دوستو
نزولِ حشر کا امکاں ہے دوستو
مہہِ جنّت ہے یا رضواں ہے دوستو
جنابِ شیخ سے نالاں ہے دوستو
وہ چومے جو ، رخِ جاناں ہے دوستو
نقابِ کاکلِ پیچاں ہے دوستو
مآلِ بے نیازی اور قناعت
کمالِ صحبتِ رنداں ہے دوستو
نہیں کھلتی زباں ، یوں بہرِ بخشش
خیالِ تنگیٔ داماں ہے دوستو
نہ خوفِ موجۂ سرکش ،نہ گرداب
ہمارا ہم سفر، طوفاں ہے دوستو
دمِ پیری ہے، یوں شاکی ستمگر
شبابِ موسمِ باراں ہے دوستو

شکارِ آفتابِ نیم روزے

پئے پیغارہ جو دہقاں ہے دوستو

چمکتی رنگِ خوں ، مصداقِ گوہر

تمنّا ہر بُنِ مژگاں ہے دوستو

گراں قیمت، سرِ بازارِ مغرب

عزیزِ مصر ، یا کنعاں ہے دوستو

بدستِ ابلہِ مکتب ، صراحی

یہی تو ،گردشِ دوراں ہے دوستو

مقامِ انتہائے میگساری

سرِ محفل سبو ، رقصاں ہے دوستو

پسِ قتلے ، بحالِ عاصیِ بسمل

نہ جانے کیوں وہ اشک افشاں ہے دوستو

غزل

قہرِ آفاق ، جھیلنے کے لئے
ذہن تیّار ہو ، تو کام بنے

بخشش آمادہ چرخ ہے بھی تو کیا
قوم بیدار ہو ، تو کام بنے

پھر سے اے کاش ، کوئی نغمہ سرا
بر سرِ دار ہو ، تو کام بنے

گر دمِ مرگِ میکشاں ساقی
محوِ دیدار ہو ، تو کام بنے

کھا چکا ہو جو زخمِ وصل و فراق
ایسا غمخوار ہو ، تو کام بنے

قلبِ سفّاک، تا بہ حد ہے شقی
غم سے دو چار ہو،تو کام بنے

گرمیٔ عشق کا ہدف ، اے کاش
کوئے دلدار ہو ، تو کام بنے

نوکِ مژگاں لہو بھی ہے ، نالاں
نوکِ تلوار ہو ، تو کام بنے
سر سپردِ زمیں، سرِ مقتل
پیشِ سرکار ہو ، تو کام بنے
بنتِ حوّا ، نہ مثلِ عہدِ قدیم
نذرِ دیوار ہو،تو کام بنے
خود پرستی ہے وجہِ ضعف و نزاع
خود سے بیزار ہو، تو کام بنے
کوئی سچ بات، بہرِ درّ ِ گزشت
بیچ دربار ہو، تو کام بنے
صدقۂ عہدِ ارتقائے جدید
کشفِ اسرار ہو،تو کام بنے
رُوئے بلبل بوقتِ قتل ، بہار
سوئے گلزار ہو ،تو کام بنے
عاصیؔ پینے سے مجتنب ہیں، مگر
کوئی مے خوار ہو،تو کام بنے

غزل

شجر پہ ثمر ہیں تو سنگبار بھی آئیں گے
غارت گری کو ستم کے طلبگار بھی آئیں گے

مجھ کو وفا شعار بتا کر جو چل دیئے
بھولے سے کیا کبھی وہ مرے گھر بار بھی آئیں گے

اس تبدیلی ہوا کا تو گماں بھی نہ تھا ہمیں
وہ ایک دن ہمارے سرِ دربار بھی آئیں گے

جو تہی کشکول کو بھریں اِک نگاہ سے
ہاں! اس نگر میں تجار بھی آئیں گے

بجھتے نہیں جو تیز بگولوں کے درمیاں
ایسے سراج دوشِ ہوا بار بھی آئیں گے

غزل

ان آنکھوں نے کیا منظر دیکھے ہیں
جن کے سر پر تاج تھے وہ بے سر دیکھے ہیں
کلب یموت کلب کا قصہ سنا لوگوں کو
سر کردہ جو تھے وہی کٹتے سر دیکھے ہیں
مردِ حق جس کو جبر میں کہتے تھے
آگ میں جلتے سر بسر دیکھے ہیں
اسلام کے نام پر وطن کو کھانے والو
ایسے لوگ دنیا میں پنپتے کدھر دیکھے ہیں
جو جابر سلطاں کے آگے خم نہ ہوئے
نوکِ سناں پر عاصؔی نے کٹتے وہ سر دیکھے ہیں

غزل

حسن والوں کی اَداؤں سے سنبھلتے رہتے
چاند کو دیکھ کر تم یوں نہ مچلتے رہتے
عشق ہے جراتِ اظہار کا اِک نقشِ کہن
عہد حاضر میں نہ دستور بدلتے رہتے
شب کی تاریکی میں معدوم ہے کرنوں کا ہجوم
خوب ہوتا تو جو نئے چاند نکلتے رہتے
لذّت درد سے جِلا پائی ہے زخموں نے
کاش انگارے مرے سینے کے سُلگتے رہتے
کجکلاہوں کی ہیبت کے بھی ہیں دیرینہ عتاب
کاش لرزاں ہیں جو دیپک وہ دہکتے رہتے
پُرخطر راہ پر ہے چلنا کمالِ عاصیؔ
لغزشِ پا کا مقدر ہے سنبھلتے رہتے

غزل

اپنی عقیدتوں کا نہ ہرگز شمار کر
دل سے مسیح ومہدی کے خلفاء سے پیار کر

دامن ترا خلوص سے خالی نہ ہو کبھی
اس میں گہرِ وفا کے ابھی تابدار کر

تجھ کو ہے گر یقین کی منزل کی آرزو
دارورسن کی سمت نظر بار بار کر

تسکیں نصیب ہو ہمیں فیض رسول سے
دستِ دعا دراز سوئے کردگار کر

ہونے کو ہے عطاؤں کی برسات جلد ہی
اُٹھی ہے وادیاں سے گھٹا اعتبار کر

تجھ سے جو لرزاں ہو چکے ہیں تیرے ہی دشمن
فکرو نظر کے دام سے عاصیؔ تُو وار کر

غزل

شکایت کر رہی ہے یہ زمیں بھی بے زبانی میں
ادھر آؤ مرے ہمدم لگا دو آگ پانی میں
سرِ منطق تک آئی ہیں خطائیں بے خیالی میں
انہیں رکھیں گے ہم محفوظ ساری زندگانی میں
ذرا سی بات پر خوش ہو ذرا سی بات پر نالاں
حیاتِ عارضی کو ڈھال دو شعلہ بیانی میں
محبت کا سلیقہ بھی کبھی آ جائے گا تم کو
کبھی مہمان بن جاؤ تم اپنی میزبانی میں
کبھی تو عمر کٹ جاتی ہے اُن کی مہربانی میں
کبھی دھوکا سا ہوتا ہے صباحت کی روانی میں
کبھی محمل سے ہم کو پھینک دیتے ہیں سرِ صحرا
کبھی دے کر سہارا خوش ہوئے ہیں ناگہانی میں

غزل

محبتوں کی آگ بھی لے آئے ہیں گلشن میں گلاب
اُن کو خیرہ کر ہی دے گی ترے رُخ کی آب وتاب
مری اُلفت کو تمنا تھی ترے دیدار کی
طارم اخضر سے آیا کیوں نہیں اس کا جواب
حسن کی رعنائیاں محفل میں رہنے دو یہاں
حسن کی رعنائیوں میں کیسا پردہ کیسا حجاب
ان کی آنکھوں سے عیاں ہوتی رہی ہے کہکشاں
اُن کی آنکھوں سے پھوٹتا دیکھا ہے ماہتاب
ترے جذبوں کی روانی سے ہوئے سرشار لوگ
فکرِ شاعر فکرِ عاصیؔ ہوگئی ہے لاجواب

دعائیہ غزل

چاہے تو وہ پتھر میں بھی پھل پھول لگا دے
اصنام کے نابینے خداؤں کو مٹا دے

بے رحم خیالوں نے کیا مجھ کو ہے برباد
دل میں مرے اُلفت کی تو آگ لگا دے

مچلے ہوئے جذبات کے بے جان ارادے
تو آنکھوں میں بھی خواب میرے آ کے جگا دے

اِک تیز خلش دل کو کئے جاتی ہے ویراں
مظلوم کو ظالم کے ارادوں سے بچالے

ہر چند کہ مشکل میں رہا ہے تیرا عاصیؔ
تو چاہے تو احساسِ خوشی دل میں جگا دے

ماں

ماں کی اُلفت بھری دعا لے لو
اُس کے انفاس کی ضیاء لے لو

مان کر اس کی ہر نصیحت کو
تم یہیں خُلد کا مزہ لے لو

تم اُجالا ہو گود کی اُس کا
اُس کو خوش رکھ کے ہر جزا لے لو

وقت کی دھوپ نے جھلس ڈالے
اُس کی شفقت بھری قبا لے لو

قلب صافی سے اُس کو خوش رکھکر
اپنے مولا کی تم رضا لے لو

شب کو رب کے حضور اپنے لئے
اُس کی بے لوث التجاء لے لو

الغرض کرکے خدمت مادر
اُس کی ہر دم دلی دعا لے لو

تیرے شہر کے لوگ

عدل کے نام ہر ظلم روا ہے یہاں
ظلم کو کیا کیا خوش معنی پہناتے ہیں میرے شہر کے لوگ
خود تو قوم لوط کی مانند دندناتے ہیں
مجھ کو شریعت کا راہ بتاتے ہیں میرے شہر کے لوگ
خود ہی لٹیرے اور خود ہی راہزن
مجھے خود ساختہ عدل سے ڈراتے ہیں میرے شہر کے لوگ
جشن نمرود مناتے ہیں میرے شہر کے لوگ
مجھ کو شعلوں میں جلاتے ہیں میرے شہر کے لوگ
اتنے فرعون صفت ہو نگے یہ معلوم نہ تھا
مجھ کو سُولی پہ چڑھاتے ہیں میرے شہر کے لوگ
اب بھی یزید کی صفت رکھتے ہیں رکھنے والے
اب بھی قتل حسین کرتے ہیں میرے شہر کے لوگ
مجھ کو اس دور کا سقراط سمجھ کر عاصیؔ
زہر کا جام پلاتے ہیں میرے شہر کے لوگ

غزل

محبتوں کی آگ بھی لے آئے ہیں گلشن میں گلاب
اُن کو خیرہ کر ہی دے کی ترے رُخ کی آب وتاب
مری اُلفت کو تمنا تھی ترے دیدار کی
طارم آذر سے آیا کیوں نہیں اس کا جواب
حسن کی رعنائیاں محفل میں رہنے دو یہاں
حسن کی رعنائیوں میں کیا پردہ کیا حجاب
ان کی آنکھوں سے عیاں ہوتی رہی ہے کہکشاں
اُن کی آنکھوں سے پھوٹتا دیکھا ہے ماہتاب
ترے جذبوں کی روانی سے ہوئے سرشار لوگ
فکرِ شاعر فکرِ عاصیؔ ہوگئی ہے لاجواب

شہیدوں کو سلام

مگر مقتل میں ہر مقتول کی غیرت درخشاں تھی
شوقِ جانثاری میں اُمنگِ دل بھی ارزاں تھی
سلام اُن سب شہیدوں پر، جوانوں برگزیدوں پر
سلام اُن حُبِ مسیح کے جانثاروں کام گاروں پر
سلام خُلدِ بریں، فتح مبیں کے نامداروں پر
سلام ارض وسما کے چراغوں علمداروں پر
زمیں کو خُوں کا نذرانہ دینے چلے آئے
ہر اک ذرے کو تابش، نور کی دینے چلے آئے
سلام اُن زخمیوں پر، بسملوں پر، دلفگاروں پر
سلام اُن ماؤں بیواؤں، یتیموں سوگواروں پر
سلام اُن جامِ مئے عرفاں کے سب زندہ داروں پر
وہ لب جو وجد میں بھی مست تھے ناخودی طاری
زبانِ خیر پر بس توحید کے کلمات تھے جاری
غمِ فرقت میں جینے کا سلیقہ دے گئے ہم کو
یقین سے بھی جو بالا ہے وہ رُتبہ دے گئے ہم کو

غزل

شام ہو جائے تو کہہ دیتا ہے مے خانہ ہوں
صبح دروازے پہ لکھ جاتا ہے ویرانہ ہوں

کیا کہا تو نے مجھے! بس کہ یونہی بھول گیا
میں کوئی نظم ادھوری ہوں کہ افسانہ ہوں

کل تک کون تھا، کیا تھا میں، اسے جانے دے
آج آیا ہوں ترے در پہ دیوانہ ہوں

میں کبھی بھی ترے کام نہیں آنے والا
میں ابن الوقت ہوں اور طورِ زمانہ ہوں

میں بے خود ہوں اپنے ہی مقاصد میں
میں عاشقِ وقت ہوں مگر رندِ مستانہ ہوں

میں بے ہوش ہوں مگر اتنا بھی بے ہوش نہیں
عاقل و بالغ ہوں مگر بھیسِ مجنونانہ ہوں

چہرے سے لگتا جیسے اوتار ہوتے ہیں
کیسے لوگ ہیں کن کو اُدھار دیتے ہیں

قطعہ

تمناؤں سے میں آباد چل کر آشیاں کردوں
اجازت ہو تو حالِ دل میں اپنا بیاں کردوں
نئے سانچوں میں ڈھلتی ہیں مئے کُہنہ کی تدبیریں
تخیل کے شفق پر فکرِ تازہ کو عیاں کردوں

غزل

ملنے کو تڑپتا ہوں یہ بات سمجھ لے
تو خود کو مسافر مجھے دیوار سمجھ لے

خود اپنے ہی دل سے میرا حال تو پوچھو
اے میرے مسیحا مجھے بیمار سمجھ لے

روشن تیرے رخسار ہیں قندیل کی مانند
تو گل میرا میں تری مہکار سمجھ لے

اب چارہ نہیں کوئی بنا وصل کے تیرے
کر چارہ گری کتنا ہوں لاچار سمجھ لے

پڑھتا ہوں تیری محبت کے قصیدے
تو اپنے پریمی تو شہر یار سمجھ لے

چُھپ چُھپ کے کرتا ہوں فقط بندگی تیری
اے میرے خدا مجھ کو گنہگار سمجھ لے

اس عاصؔی کے سارے گناہ تو معاف ہی کر دے
تو ستار و غفار ہے مجھے گنوار سمجھ لے

محبوب میرے دیکھ اے عاصؔی کے پریتم
ہے پیار مجھے تم سے تو یہ پیار سمجھ لے

غزل

دیکھتا ہے چرخ حُسنِ انتخاب
اِنتہائے حُسنِ حُسنِ آں جناب

اس قدر پاکیزگی اور آب و تاب
آپ کے جلوۂ نظر کا احتساب

جب بھی لکھی جائے گی تاریخِ حُسن
تمت و آغاز ہوں گے آں جناب

فرشِ ارضی پر، مثال اپنی ہیں آپ
حُسنِ آئینہ شکن ِ ہے لاجواب

آپ کے روضے پر ٹھہرے کیوں نظر
جانِ حُسن حُسن و جاں اندر حَجاب

ہیچ لگتے ہیں نثاور کے لیے
دِرہم و دینار و ماہ و آفتاب

ہے جلالی فطرتِ معصومیت
وعظ و حرکت میں ہے دست حساب

غزل

اہلِ چمن کے ہم تو ستائے ہوئے ہیں لوگ
دھرتی کی مانگ خوں سے سجائے ہوئے ہیں لوگ

ہم ہیں جو اسمٰعیل کی سنت پہ چلنے والے
ہاں سینا و فاران سے آئے ہوئے ہیں لوگ

پیراہن ِ یوسف تو ہے آلودہ لہو سے
چاہِ مصر میں ہم ہی ہیں گرائے ہوئے ہیں لوگ

وہ آج ہیں یزید کی راہوں پہ چلنے والے
راہِ حسین پر ہم چلائے ہوئے ہیں لوگ

کیوں کلمہ توحید سے عداوت ہے اس قدر
کلمہ پہن کے زنداں میں لائے ہوئے ہیں لوگ

غزل

تقدیر میں دیدار ترا شام و سحر ہے
معراج محبت ہے مجھے اس کی خبر ہے

کہتے رہے اے کاش ہو جائے نظارہ
سوچا نہ کبھی اپنی دعاؤں میں اثر ہے

پھوٹی ہے نور کی کرن اس ماہِ مبیں سے
پھر کیسے کہوں وہ بھی کوئی ہم سا بشر ہے

ظاہر میں وہ انساں مگر نور کا پرتو
باطن میں خدا جانے کہ خورشید و قمر ہے

آنکھیں ترے قدموں میں بچھاتا رہا عاصیؔ
ہو جائے اگر دید یہی میرا ثمر ہے

غزل

امیر شہر کے وعدوں کا کیا بتاؤں میں
جو کرتے ہیں وہ کہاں پر نبھائے جاتے ہیں
علمائے سُو خود بھی اُن پر عمل نہیں کرتے
وہ سب نصائح جو خطبات میں بتائے جاتے ہیں
کیوں مسجد و منبر کا تقدس ہوا پامال
وہاں وہ کام نہیں ہوتے جو بتائے جاتے ہیں
یہ ممبران ہیں سب لوٹ مار کے ماہر
یہ راہزن ہیں جو سسٹم میں لائے جاتے ہیں
جو ممبرانِ اسمبلی لگاتے ہیں قیمت
تو خریدار اس کے بھی شہر میں پائے جاتے ہیں
جو بیچنے والے ہیں ایمان اُن سے مل کے دیکھ
یہ ایسے ہیں نہیں، جیسے بتائے جاتے ہیں
وہ کیسے جادو سے پیروں نے مردے زندہ کیے
جیسے صرف دوشیزہ کے جن پلائے جاتے ہیں
ایک وقت لوطؑ کو چھوڑ گئی تھی اس کی بیوی
اب بھی میرے شہر میں ایسے قصے سنائے جاتے ہیں

غزل

اے نادان تجھے کیا علم میری محبت کا
ہماری تشنگی کو پوچھئے پیاسے سمندر سے

ڈاروِن نے سچ ہی تو کیا تھا
قول و عمل سے انساں ملتا ہے بندر سے

عمر بھر ناداری و بیماری میں کٹ گیا
کوئی رشتہ نہیں اپنا مقدر کے سکندر سے

ہم ہیں مہاجر اسلامی وطن کے
ہجرت کی مشرقی پنجاب اور جالندھر سے

اب تک نہ مل سکا سکون وطن
ہم سب لُٹ گئے اِک مرد مچھندر سے

بھٹک رہے ہیں مومن و کافر
نہ ملا مسجد سے نہ کچھ مندر سے

مزاح گو شاعروں کا حال مت پوچھو
ہنساتے ہیں بظاہر، دل مگر روتا ہے اندر سے

غزل

دُشمنِ قرآن ہے مفتی عزیز
ظلم کا طوفان ہے مفتی عزیز

تذکرہ ہے لُوطیوں کا چھڑ گیا
ان کا یہ پردھان ہے مفتی عزیز

راکھ ہو جائیں گے اُس کے ہمنوا
آگ کا سامان ہے مفتی عزیز

کھا گیا جھوٹی قسم قرآن کی
کیا عجب شیطان ہے مفتی عزیز

ایسے مدرسے میں کیا تعلیم ہے
جس کا یہ پردھان ہے مفتی عزیز

سارے مُلاں عاصی صاحب چُپ رہے
کیونکہ اُن کی جان ہے مفتی عزیز

غزل

مغموم سی یہ بستی ہے
یادِ ماضی سدا ترستی ہے
ذہنوں میں آج بھی وہ پستی ہے
کیسی انسان کی یہ ہستی ہے
پی کے بھی غم بھلا نہیں سکتے
کیسی سر مست اُن کی مستی ہے
زندگی سوگوار نہ کرتے ہیں
آگ سینے میں سلگتی ہے
زخموں کے منہ بھی بھر جاتے ہیں
عاصؔی زندگی زندگی کو ڈستی ہے

غزل

ہر سمت خوشبو لائے گی اکیسویں صدی
گلشن پہ رُوپ لائے گی اکیسویں صدی

ہر آن جگمگائے گی پیار کی شمع
ہر روز مسکرائے گی اکیسویں صدی

کیوں بڑھ رہا ہوس میں ہے حضرت انساں
یوں آگ کو بڑھائے گی اکیسویں صدی

ہر سُو رِواج شرک کا دنیا میں آج ہے
قرآن بھول جائے گی اکیسویں صدی

عرب و عجم یہود کے پجاری ہو گئے
بت کعبے میں سجائے گی اکیسویں صدی

مسلم ہوا ہے باغی آپ اپنے دین کا
اُمت کو کیا بتائے گی اکیسویں صدی

فرعون وقت خود کو بتا تا ہے حق پرست
موسیٰ کہاں سے لائے گی اکیسویں صدی

انسانیت ہیں ڈھونڈ رہے آدمی یہاں
دولت سے گھر کو لائے گی اکیسویں صدی

ہے اُمتِ مرحومہ کو عیسیٰ کا انتظار
کیا مرسل اُسے بتائے گی اکیسویں صدی

اُمت ہے منتشر بے عمل پارہ پارہ
ایماں زمیں پہ لائے گی اکیسویں صدی

علمائے سُو ہیں بن چکے جنگل کے جانور
مومن انہیں بنائے گی اکیسویں صدی

حکم و عدل، انسانیت مفقود ہو گئی
ظلم و ستم منائے گی اکیسویں صدی

ایماں فروش، مقتدر مرے وطن میں ہیں
ان سے نجات پائے گی اکیسویں صدی؟

غزل

ہے قیامت کا اندھیرا اور محشر تیرگی
جل گیا سارا جہاں پہنچی ہے گھر گھر تیرگی

چار سُو ہے کُفر کی تیرگی آتی نظر
شرک ہے، الحاد ہے، اور ہے یہی تیرگی

ہے پرستش مادیّت کی، چہار جانب ہے یہی
روشنی دیکھی جہاں اب اُس ہی در پر تیرگی

ناخدا سب معبدوں کے ہر جگہ مدہوش ہیں
اُن کے جذبوں میں اُتر آئی سراسر تیرگی

ہے عجم بھی اور عرب بھی نور کو ترسے ہوئے
نور آتا ہے تو کہتے ہیں کہ بہتر تیرگی

رات بھر طیور تلاشِ روشنی کرتے رہے
ہو گئی سورج کے آنے سے منور تیرگی

ہے زمین و آسماں میں نور سب اللہ کا
اس سے مٹتی ہے زمانے میں برابر تیرگی

نور کی قندیل لے کر پیرِ عاصیؔ آ گئے
اب تو بھاگی جا رہی ہے جو تھی اندر تیرگی

غزل

آج وہ روز سعید ہے کہ نہیں جس کی مثال
اُفق مغرب پہ نظر آیا ہے رمضان کا چاند
یہ وہ ماہ ہے کہ ہوا اس میں نزول قرآں
جس میں جلوہ فگن اس ذات کا ہے حسن و جمال
یہ وہ ماہ ہے کہ دعا ہوتی ہے فوراً مقبول
کوئی بھی ردّ نہیں ہوتا ہے بندے کا سوال
سبھی ڈھل جاتے ہیں واللہ گناہ اِک دم میں
عرش چشم رواں کر دے اگر بداعمال
مل نہیں سکتا بجز تزکیہ نفس خدا
ماہِ رمضان کا یہ مقصد ہے کہ ہوں نیک خصال
ان کو ہے حکم الٰہی کہ نہ کھاؤ نہ پیئو
نظر بد سے بچو اور زبان رکھو سنبھال
نیک اعمال سے ہو کام تمہیں ہر لحظہ
ذکر اللہ کے سوا کوئی نہ ہو قیل و کال
خشک منہ سے مہک آتی ہے خدا کو یارو
قول مذکور ہے یہ دیکھو کتاب اقوال

اجر اس کا ہے بڑا پیش خدائے اکبر
گرچہ انساں بہت ہوتا ہے روزہ سے نڈھال
غرض اس ماہ کے فضائل کا نہیں حد بیاں
علم اللہ کو ہے بندہ کو نہیں اس میں مجال
ہر گھڑی پر زسعادت ہے نہ ہو گر غفلت
فیض سے اس کے نہیں کوئی بھی کالی حدوسال
خیر سے جب یہ مہینہ کہ گزر جائے گا
سانس باقی ہیں تو پائیں گے بشر ماہ شوال
ذوالمنن جاؤں میں صد جاں سے تیرے قُرباں
کس قدر ماہ مبارک کا مبارک ہے مآل
رستے سب جنت فردوس کے کھل جاتے ہیں
نار دوزخ کا ہے انساں پہ اثر کرنا محال
اے خدا تو کہ ہے لاریب مجیب الدعواۃ
تیری درگاہ میں منظور ہو میرا یہ سوال
رب کعبہ مری مشکل کو تو آساں کر دے
کوئی بھی بات نہیں تیرے لیے تو ہے محال
بخش دے بسمل حاصی کی خطائیں اور کر
اپنی رحمت سے غریب اور مسافر کو نہال

غزل

پھول لگتا گلاب لگتا ہے
وہ بہاروں کا خواب لگتا ہے
کس محبت سے بات کرتا ہے
وہ مجسم رُباب لگتا ہے
آسماں کی زبان بولے ہے
وہ الٰہی کتاب لگتا ہے
حسن اُس پر تمام اُترا ہے
مہر اور ماہتاب لگتا ہے
اس کو چندا کہوں کہ میں تارا
وہ حسیں بے حساب لگتا ہے
آندھیوں میں قلعے کی مانند ہے
دھوپ میں وہ سحاب لگتا ہے
اُس کے آگے سوال کیا ٹھہریں
وہ مدلل جواب لگتا ہے
اُس سے مل کر مہک نہیں جاتی
ہاتھ اُس کا گلاب لگتا ہے
ہر سطر پر عنائتوں کے حروف

وہ محبت کا باب لگتا ہے
ہم تو بس اُس کے ہیں اُسی کے ہیں
وہ ہمیں انقلاب لگتا ہے
جب بھی ہم دور تک نظر ڈالیں
بس وہی کامیاب لگتا ہے
ہم سے عاشق جو اُس کے ساتھ چلیں
چاند سا ہم رکاب لگتا ہے

کیسے بے ذوق پہ اک مصرعِ تر کھل جاتا

ہاتھ شل ہوتے ہی پیشانی سے دستک دی تھی
اب بھی دروازہ نہ کھلتا تو یہ سر کھل جاتا

مجھ کو معلوم ہے مکار طبیعت اس کی
میں اگر کھوج میں پڑتا تو مکر کھل جاتا

دائرہ وار ہے، بے کار نہیں ہے راہِ جنوں
دیر ہو جاتی اگر رختِ سفر کھل جاتا

کھول کے جانے سے منظر بھی سہم جاتا ہے
اپنی دلچسپی سے وا ہوتا تو گھر کھل جاتا

عین ممکن تھا تعلق بھی بہا لے جاتا
رستہ سیلِ ملال آج اگر کھل جاتا

اپنی جانب سے گزر گاہ کشادہ رکھی
باقی دروازے کی مرضی تھی جدھر کھل جاتا

ایک قطرے سے سمندر کو سمجھ سکتے ہیں
عاصیؔ سارا عالم سمجھ آتا جو بشر کھل جاتا

غزل

کیا غم جو تواتر سے وہ باہم نہیں رہتا
دن بھر تو یہاں قطرہ شبنم نہیں رہتا
اک بلبلے جیسا ہے تصور میں کوئی نقش
مانوس سا خاکہ جو مجسم نہیں رہتا
دامن پہ ترے خوں ہے، سیاہی تو نہیں ہے
اور خون کا دھبا کبھی مدھم نہیں رہتا
''تاثیرِ لعابِ دہَنِ پاک''_ _ _ _ _ کے باعث
زم زم میں ملا دینے سے سم، سم نہیں رہتا
جو شخص سمجھ لے غمِ شبیرؓ کی رمزیں
اس شخص کو دنیا کا کوئی غم نہیں رہتا
ممکن ہے جمود اپنا بھی ٹوٹے گا کسی روز
اب بارہ مہینے تو یہ موسم نہیں رہتا
ایسے مری تنہائی پہ مجلس کا اثر ہے
اک پھول پہ جوں غازہ شبنم نہیں رہتا
خوشیاں نہیں میں سکوں مانگ رہا ہوں عاصیؔ
اور ایسا سکوں جس میں یہ دم خم نہیں رہتا

غزل

مجھے اس کے خلاف مت کرنا
تم مرا اعتراف مت کرنا

کہتا ہوں صاف صاف،
مجھ سے اب انحراف مت کرنا

رُکنے لگتا ہے سانس کمرے کا
اس سے بولو لحاف مت کرنا

شعر کمزور ہوتا ہے ہو جائے
بس غزل میں زحاف مت کرنا

اصل چہرہ دکھائی دینے لگے
آئنہ اتنا صاف مت کرنا

بے وفا شخص لوٹ آئے تو بھی
مار دینا، معاف مت کرنا

ہم اسے با وفا سمجھتے ہیں
تم کوئی انکشاف مت کرنا

سب سے لڑ سکتا ہوں پر اس بن
اس کو میرے خلاف مت کرنا

میرے دل میں خدا بھی ہے ماں بھی
میرے دل میں شگاف مت کرنا

چاہو تو فون آف کر دینا
ہاں مگر موڈ آف مت کرنا

جیب بھاری ہو جائے تو عاصیؔ
خود سے بھی اختلاف مت کرنا

غزل

ایسی فضول شے کی کفالت کرے گا کون
میں جو چلا گیا تو محبت کرے گا کون

میں سانس بیچتا ہوں غبارے میں ڈال کر
میری طرح یہاں پہ تجارت کرے گا کون

تجھ ایسے لوگ رہتے ہوں جس شہر میں وہاں
حالت خراب ہو بھی تو ہجرت کرے گا کون

میں آئینے سے پوچھتا ہوں خود کو دیکھ کر
اس ٹوٹتے مکاں کی مرمت کرے گا کون

اب میرے لوگ زیرِ زمیں بستے ہیں سو اب
دروازے میں کھڑے ہو کے رُخصت کرے گا کون

میرے علاوہ موت کا شائق نہیں کوئی
گر میں بھی ڈر گیا تو بغاوت کرے گا کون

عاصیؔ ایک جھوٹ بول کے سب یار پرکھوں گا
مجھ پر کسے یقین ہے حیرت کرے گا کون

غزل

تیرا پامال ترے خواب سے باہر نکلے
کیسے مچھلی کوئی تالاب سے باہر نکلے

اس سے کہنا کرے اظہارِ محبت آ کر
اس سے کہنا ادب آداب سے باہر نکلے

ایک بے نام اُداسی نے ہمیں گھیر لیا
جوں ہی ہم خطہ پنجاب سے باہر نکلے

ان کے اندر سے کہاں سیلِ رواں نکلے گا
لوگ بالفرض جو سیلاب سے باہر نکلے

اتنے دشمن تو مرے وہم وگماں میں بھی نہ تھے
جتنے دشمن مرے احباب سے باہر نکلے

آستیں تک ہی اگر رہتے تو کچھ بات نہ تھی
عاصیؔ کچھ سپولے مرے اعصاب سے باہر نکلے

غزل

دل لگانے سے باز رہتے ہیں
ہم زمانے سے باز رہتے ہیں

مان جاتا ہوں میں سہولت سے
وہ منانے سے باز رہتے ہیں

پہلے ملنے کے حیلے کرتے تھے
اب بہانے سے باز رہتے ہیں

غم لڑکپن کا دوست ہے، سو ہم
مسکرانے سے باز رہتے ہیں

جھکتا سر تکنا ہے اسے اور ہم
سر جھکانے سے باز رہتے ہیں

عشق میں زخم کھانے والے لوگ
گھر بسانے سے باز رہتے ہیں

جن کو رشتے عزیز ہوں عاصؔی
آزمانے سے باز رہتے ہیں

غزل

پہلے تو اشک فشانی پہ سوال اُٹھتے ہیں
بعد میں میری روانی پہ سوال اُٹھتے ہیں

اس کہانی پہ حقیقت کا گماں ہوتا ہے
اس لیے میری کہانی پہ سوال اُٹھتے ہیں

پہلے مائل کیا جاتا ہے بغاوت پہ مجھے
پھر مرے شعلہ بیانی پہ سوال اُٹھتے ہیں

مرنے والوں پہ یہاں فخر کیا جاتا ہے
بچنے والوں کی جوانی پہ سوال اُٹھتے ہیں

یہ نہیں دیکھتے شاعر کا لہو جلتا ہے
صرف لفظوں کی گرانی پہ سوال اُٹھتے ہیں

دعوے دار بھی شرم سے جھک جاتے ہیں
جب محبت کی نشانی پہ سوال اُٹھتے ہیں

حکمرانو! نے مرے دیس کا وہ حشر کیا عاصیؔ
اب وہاں دیس کے بانی پہ سوال اُٹھتے ہیں

غزل

اک خماری سی مرے دل میں پنپ آتی ہے
دیکھ کر تجھ کو مری ذات کہاں جاتی ہے
رمز یہ کھول دیا آپ خدا نے کیونکہ
حسن کے ذریعے یہ دنیا ہمیں تڑپاتی ہے
ویسے ناراض ہے کیوں کر وہ ابھی میرے لئے
ٹوکری پھولوں کی بھر بھر کے مگر لاتی ہے
میں تو تابندہ رہا دورِ خزاں میں ایسے
تازگی جیسے بہاروں میں نظر آتی ہے
اک خرابی ہے زباں میں مری عاصیؔ دیکھو
ہے تو سچی یہ مگر قسمیں بہت کھاتی ہے
مرتبہ دیکھ مرا کھول ذرا آنکھیں عاصیؔ
میری باتیں تو نصابوں میں لکھی جاتی ہیں

غزل

کب تلک خواب نگر چھوڑ کے آؤ گے بتاؤ!
کیا مرے واسطے اس دیس سے کچھ لاؤ گے بتاؤ!
تم نے چپ سادھ لی کچھ بول بھی لو شرمیلو
ہم کو خاموشی سے کیا خاک بتاؤ گے، بتاؤ!
سانس کی لہر زیادہ ہی مچھ گئی ہے
اور قریب آ کے تعلق کو بڑھاؤ گے بتاؤ!
چھوڑنا ہے تو تعلق کو ہی چھوڑیں لیکن
زندگی بھر جو مرے ساتھ نبھاؤ گے بتاؤ!
راستے کانٹوں سے بھرپور بھی ہوں تو مری جان
میرے رستے میں مگر پھول بچھاوگے بتاؤ!
میں اگر ڈوب گیا عشق کے دریا میں تو عاصؔی
کیا مجھے دوڑتی لہروں سے بچاؤ گے بتاؤ!

غزل

اپنے دل سے جو بہت کام لیا کرتے ہیں
ہم سے پھر دل کے ہی افراد دغا کرتے ہیں

حسن سے پاک ہیں جو رہتے ہیں وہ مفت مگر
حسن والوں سے یہاں دام لیا کرتے ہیں

شجر زہر سے آلودہ ہے چھوڑو نہ اسے
ایسے ناسور کو تو کاٹ دیا کرتے ہیں

عشق میں خاک بہت پڑتی ہے سرتا پاؤں
چل کوئی کام ہو جو اس کے سوا، کرتے ہیں

یہ سزا سچ کی ملی مار دیا ہے مجھ کو
سچ کے تو ایسے ہی انجام ہوا کرتے ہیں

دوستی رکھتے ہیں ایسی کہ اگر کوئی دوست
ہم سے مانگے جو کوئی جان، دیا کرتے ہیں

عاصیؔ آپ کے سامنے ہم سر کو جھکا رکھیں گے
اہل عشاق کا ہم لوگ حیا کرتے ہیں

غزل

اتنا لشکر ہے کہ خرچے نہیں پورے ہوتے
جنگ لگ جائے تو بندے نہیں پورے ہوتے

نیند کو خوابوں پہ قربان کیا جاتا ہے
اور پھر خواب بھی اپنے نہیں پورے ہوتے

شام کے وقت پرندے ہوں کہ میرے اپنے
لوٹ بھی آئیں تو سارے نہیں پورے ہوتے

یہ شجر خون کو پانی کی طرح پیتے ہیں
صرف کہہ دینے سے رشتے نہیں پورے ہوتے

اب گزارش ہے کسی اور کو نوکر کر لے
دوست مجھ سے ترے نخرے نہیں پورے ہوتے

ایک وعدے پہ کہاں عمر گزاری جائے عاصیؔ
پچھلے موسم کے تو کپڑے نہیں پورے ہوتے

غزل

عشق میں دیتے ہوئے جان کہاں دیکھتے ہیں
لوگ اس کھیل میں نقصان کہاں دیکھتے ہیں
اک درندے نے درندے سے کہا مرتے ہوئے
جان لیتے ہوئے انسان کہاں دیکھتے ہیں
لوگ یکلخت بھلا دیتے ہیں ماضی سارا
ایک انسان کے احسان کہاں دیکھتے ہیں
ان کو تو شاہ کی خوشنودی سے ہے مطلب بس
ایک مظلوم کو دربان کہاں دیکھتے ہیں
نام پڑھتے ہیں ترا اور اُٹھا لیتے ہیں
ہم کسی نظم کا عنوان کہاں دیکھتے ہیں
زیب و زینت کو نہیں لوگ تمہیں دیکھیں گے
پھول ہوتے ہوئے گلدان کہاں دیکھتے ہیں

غزل

ہائے افسوس مرے یار نہیں دیکھ سکے
خود پسندی میں مرا پیار نہیں دیکھ سکے

وہ مری تند مزاجی کا گلہ کرتے ہوئے
میرے جذبات کا انبار نہیں دیکھ سکے

سنگ دل ہیں مگر اتنے بھی نہیں ہیں ہم لوگ
اپنے احباب کو اس پار نہیں دیکھ سکے

تیری آمد کے سبب شام کی حق تلفی ہوئی
تیرے باعث شفق آثار نہیں دیکھ سکے

وہ بھی تحقیق کے جھنجھٹ سے پرے رہتا تھا
اور ہم بھی پسِ دیوار نہیں دیکھ سکے

بت پرستی نے جنم شخص پرستی سے لیا
بات کی اصل پرستار نہیں دیکھ سکے

خوب صورت تو ہو سکتا ہے مگر تجھ سے کم
اس لیے ہم ترا شہکار نہیں دیکھ سکے

میرے دشمن تری آنکھوں کی کشش اتنی تھی
عاصیؔ تیری چلتی ہوئی تلوار نہیں دیکھ سکے

غزل

ویسے کہنے کے لیے تیرا سخن غالب ہے
لیکن اُسلوب پہ لہجے کی چبھن غالب ہے
اس کہانی میں روانی نہیں پہلے جیسی
اب محبت کی طینت پہ بدن غالب ہے
ایک کردار کہانی کو سنبھالے ہوئے ہے
دوست ماتھے کی لکیروں پہ شکن غالب ہے
ایسے کھولیں گے کہ ایسے اسے ہم وصل کی رات
ذہن پر یوں ترے کُرتے کا بٹن غالب ہے
ملنے والی ہے مجھے کارِ زمانہ سے نجات
آج کل سانس پہ سانسوں کی گھٹن غالب ہے
آج اپنے نہیں بچوں کے لیے لڑ رہی ہے
اس لیے شیر پہ بھی ایک ہرن غالب ہے

غزل

میں چاند بنالوں گا ستارے نہیں بنتے
بالفرض بناؤں بھی تو سارے نہیں بنتے

وسعت سے زیادہ تو ذخیرہ نہیں ہوتا
اس عمر میں اتنے بھی خسارے نہیں بنتے

جس طرح کبھی ہاتھ پہ سرسوں نہیں جمتی
اس طرح غریبوں کے سہارے نہیں بنتے

ماں ہاتھ اُٹھائے تو بدل جاتی ہے قسمت
میں دیکھوں گا وہ کیسے ہمارے نہیں بنتے

اوروں سے شکایت کوئی کیسے کرے اب تو
بچے بھی بڑھاپے کے سہارے نہیں بنتے

غصے میں بھی جھگڑا نہ کروں آپ سے عاصیؔ
کیا آگ جلائیں تو شرارے نہیں بنتے

غزل

چشم پھر بھی پڑی اوراق پہ، سو عشق کِیا
میری بھی آنکھ تھی اس خاک پہ، سو عشق کیا

اب مگر عجز کے پردے میں چھپا بیٹھا ہے
ضرب دی اپنے ہی ہر دھاک پہ، سو عشق کِیا

کرنا تھا مجھ کو تو کچھ اور، مگر دنیا کے
آنکھ رکھی جو کسی چاک پہ، سو عشق کیا

میں نہیں چاہتا تھا تجھ کو مگر پھر میں نے
ترس کھایا ہے ترے خواب پہ، سو عشق کِیا

میں یہاں راہِ بلندی پہ پہنچتا کیسے
میں گیا ہی نہیں افلاک پہ، سو عشق کِیا

ورنہ انکار تھا گر پاؤں میں پڑتا نہ مرے
ہاتھ رکھا جو مری خاک پہ، سو عشق کِیا

گاہے گاہے مجھے مایوسی ملی تھی مجھ کو
میں نہ پہنچا کسی ادراک پہ، سو عشق کِیا

میرے انکار سے ہو جاتا یہاں بے عزت
عاصیؔ ترس آیا ہے تری ساکھ پہ، سو عشق کِیا

غزل

طلاق دے چکا ہوں خوابِ پر ملال کو میں
جھٹک ہی دیتا ہوں اب تیرے ہر خیال کو میں
تمہاری بات پہ چلتا ہوں میں لعین ابلیس
ترس رہا ہوں مگر تیرے انتقال کو میں
جفائے خیر تھی اور خیر ہے رہے جاری
مضر ہی سمجھا تھا اس سے ملے ملال کو میں
ہوائے کبر میں تھی کاٹ دی درخت سے شاخ
نجانے روتا ہوں کیوں شاخِ پائمال کو میں
جو موت آئی تو تب جا کے ہوش آیا مجھے
بہت ہی بھا گیا تھا نیند کے جمال کو میں
تمہاری آنکھ مجھے دیکھ کر جھپکتی تھی عاصیؔ
سمجھ نہ پاتا تھا اس وقت احتمال کو میں

غزل

نیند کو اوڑھ لے جائے گی افسانے میں
ایک لمحے میں پہنچ جاؤ پری خانے میں

جب انا جیت گئی خواب ہوئے رنجیدہ
عشق ناکام ہوا دشت کے افسانے میں

اب نہ منت کروں گا دوست کہ لوٹ آئے کوئی
اب کہ دھوکہ ملے بے شک ہمیں انجانے میں

کوئی دشواری ہوئی نہ ہی کوئی دقت ہے
ہم کو جنت سے زمینوں کی طرف آنے میں

جانے کیوں اس کو محبت میں سند کرتے ہیں
کچھ نہ کچھ خاص تو تھا دشت کے دیوانے میں

وہ نظر پھیر کے رکھتا ہے ہماری جانب
لطف آتا ہے اسے کیوں ہمیں تڑپانے میں

تم تعلق نہ کرو ختم ہمارے دل سے
عمر کٹ جائے گی پھر ڈور کو سلجھانے میں

فلسفی ہوں سو زمانے سے پرے دیکھتا ہوں
عاصیؔ کوئی ہیرا نظر آ جائے گا ویرانے میں

غزل

ہاتھوں میں بھینچ اور اسے کر کے دھمال پھینک
اندوہ غم کے تیر کو دل سے نکال پھینک
جا کر معانقہ کے وسیلے سے روک لے
تو اس طرح بچھڑتے زمانے پہ جال پھینک
شاید مجھے بھی جستجو کی آگ کھینچ لے
مجھ پر زباں کے جھونکوں سے کچھ احتمال پھینک
جب قیس ہنس رہا ہو رُلانے کے واسطے
اُس پر فراقِ لیلیٰ ' 'سے' ' مشکل سوال پھینک
اس پر ترے وصال کی شمعیں جلا کریں
قرطاسِ چشمِ خوار میں ایسا جمال پھینک

غزل

ساتھ تیرا ہے قبیلے کے سہارے کی طرح
چھوڑ جانا مجھے تم بھی کسی پیارے کی طرح

شکر صد شکر ترا ساتھ ملا ہے مجھ کو
ڈوبتے شخص کو تنکے کے سہارے کی طرح

شکر صد شکر مجھے ایک مسیحا ملا ہے
دوست تو خضر مجھے ایک ستارے کی طرح

تجھ سے پہلے تھا کسی جالِ زماں کا قیدی
اور آزاد ہوں اب یار میں ہارے کی طرح

ایک دن بعد مجھے چھوڑ دیا جاتا ہے
میں تو بے کار ہوں اخباری شمارے کی طرح

بھول جائیں تو کبھی یاد نہیں کرتے ہیں
بے وفا شخص کو ہم لوگ خسارے کی طرح

غزل

اظہارِ عشق واسطے تھا اہتمام، پر
میں تو اُجڑ گیا تھا بس انکارِ جام پر
ہاں ماسوائے مسجد و محراب کے یہاں
مندر یا گرجا گھر ہوں یہ سب ہیں حرام، "پر"
اب تو کھڑا ہوں دیکھ لو میں ہاتھ باندھ کر
کیوں اعتراض ہے تمہیں میرے قیام پر
ناراضگی میں چھوڑ دیں احوال کا حصول؟
کیوں سیخ پا ہوئے ہو ہمارے سلام پر
ہوتے نہ تم، فراق نہ ہوتا مجھے کوئی
الزام دھر کے آ گیا ہوں صبح و شام پر
بچھڑے جو اس سے اور اذیت ملی مجھے
یہ کیا ہوا تھا عشق کے دورِ تمام پر
تم پر بھی رحم ہو گا ارے مالکِ وطن
کچھ رحم کر کے دیکھ لو مفلس عوام پر

غزل

یہ میرا حکم ہے اس حکم کی تعمیل تو کر
ترے وجود کی میں دھجیاں اُڑا دوں گا
تو ایک بار مرے عشق کی تذلیل تو کر
جو میرا عشق ہے تو اس کے سامنے تو جا
ارے پرند مری بات کی ترسیل تو کر
بھسم کرے گی انہیں دلدلِ زمانہ میں
عدو پہ بات کے مادے کو ابابیل تو کر
بدل رہا ہے زمانہ تو سو کاٹ دوں گا تجھے
اے بھائی لہجے کو بھائی مرے قابیل تو کر
میں تیری بات کو پھیلا کر آؤں دنیا میں
کہیں جہان میں عاصیؔ مری تشکیل تو کر

غزل

ہر دشت میں ڈھونڈا ہے کہیں قیس نہیں ہے
لیلیٰ تو بتاتی تھی مرا خواب وہیں ہے

اک رنگ محبت ہے تری آنکھ میں پنہاں
اندھا ہے مگر تو سو تجھے فرق نہیں ہے

بس رہ گیا ہے آج یہ موضوع لڑائی
یہ تیری نہیں میرے بزرگوں کی زمیں ہے

جو جو بھی سخن کار محبت ہے، ادب میں
واللہ مری جان مرے دل کے قریں ہے

دیکھا جو اُسے ہوش مرے اُڑ گئے عاصیؔ
وہ شخص مری سوچ سے بھی بڑھ کے حسیں ہے

غزل

اپنے دل میں ہی کہیں دیکھو وہ مستور نہ ہو
مل ہی جائے گا کہیں وہ تو رنجور نہ ہو
عشق عاشق سے ملاؤ کبھی عزت والو
اک رواج ایسا بھی ہو اور بدستور نہ ہو
بے وفا شخص کا مرجھایا ہوا چہرہ ہو
اس کے چہرے پہ کہیں سے بھی مگر نور نہ ہو
جرم تھا عشق نکالا ہمیں توہین کے ساتھ
جانے اس شہر کا دلبر یہی دستور نہ ہو
میں تو تیار ہوں پر تو مجھے ملتا ہی نہیں
ڈر رہا ہے وہ مرا جسم کہیں طور نہ ہو
بے وفا شخص کا مرجھایا ہوا چہرہ ہو
پر مرے لمس سے وہ شخص کبھی دور نہ ہو
وہ جو ناراض ہوا بیٹھا ہے مجھ سے عاصیؔ
کر لو تحقیق کہیں وہ بھی تو مجبور نہ ہو

غزل

قلم کا مقام بالا ہے دنیا میں
قلم کا کام نرالا ہے دنیا میں
اُس نے دی ہے آگہی انساں کو
اسی سے ملی ہے روشنی انساں کو
پہلے تو نورِ علم زباں نے پھیلایا ہے
قلم نے اُسے لاکھ گنا بڑھایا ہے
قلم شمشیر سے بھی بڑھ کر ہے
قلم ہر اکسیر سے بھی بڑھ کر ہے
قلم زینہ ہے ترقی اور خوشحالی کا
قلم پیش خیمہ ہے امن کی بحالی کا
قلم نے علم کلام کو تمام دہر میں پھیلایا ہے
قلم نے صحائف کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا ہے
بہت کام لیا اس سے کام رام اور رحمان نے
ساری دنیا میں قلم سے علم پھیلایا انساں نے
قلم نے قلم کیا سر ہر جہالت کا
قلم نے پیغام بلند کیا ہر رسالت کا

نذر قدسی مرحوم

واہ رے غم فراق کیا کر گیا ہے تو
پل بھر میں خشک آنکھوں کو تر کر گیا ہے تو
ممکن نہیں یہ سوزشِ غم ہو سکے نہاں
پلکوں میں جوئے عشق رواں کر گیا ہے تو
سکتے ہیں راہ آج بھی سب جانتے ہوئے
آج مشاعرہ پڑھنے کہیں باہر گیا ہے تو
تیرا خلوص ادب رہا سب کے لئے مثال
شعراء کے دل میں خدمت ادب بھر گیا ہے تو
دل میں چھپائے پیاس ادب عزیز کی
شاید بجانب طیبہ و کوثر گیا ہے تو
عاصی نہ گریہ کر نہ رُلا دوستوں کو آج
اک چراغ کے ٹمٹمانے سے کیا ڈر گیا ہے تو
کر کے گیا ہے قدسی کامل اطاعت خلافت
کر دعا اس کے لئے کیوں ڈر گیا ہے تو

غزل

بہت سے مراحل زندگانی میں ہیں
بہت سے کردار ہر ایک کہانی میں ہیں

جدو جہد سے لوگ ہیں کامراں
ناکامیوں کے دُکھ کامرانی میں ہیں

نہیں معلوم سب کو چھوٹی سی بات
ہم سب مسافر اس دارفانی میں ہیں

گر سُکھ ملے تو غرور نہ کر
پوشیدہ بہت غم شادمانی میں ہیں

زندہ رہو ہر دم خدا کے لئے
سب سُکھ نقل مکانی میں ہیں

غزل

عشق ایک اعلیٰ وصف اس کی شاخیں بے شمار
کوئی ہے جو اس کے سایہ میں بیٹھا نہیں
موت کو محسوس سب کرتے ہیں اپنے اردگرد
زندگی اور موت میں کوئی فاصلہ ہوتا نہیں
آنسوؤں سے دامنِ عاصؔی کو دھونے کی کوشش
ہر کوئی کہتا تو ہے پر ہر کوئی کرتا نہیں
ہمدرد ہے ہر گود ماں کی، عافیت کا اک حصار
ابد تک اس عافیت میں ہر کوئی رہتا نہیں
کچھ خداوالوں کا لکھا عاصؔی پر بھی سایہ کر گیا
اسکی سوچ تھی کہ حالات سے وہ ڈرتا نہیں

غزل

حسنؑ سے غضِ بصر میں نے کیا ہے کئی بار
عشق سے صرفِ نظر میں نے کیا ہے کئی بار
ٹھوکریں کھا کر چلتا رہا بس دل ہی تھا
اپنے دل کو در بدر میں نے کیا ہے کئی بار
میں متحرک ہی رہا منزل مرے دل میں تھی
جرم میرا ہے یہ اگرچہ میں نے کیا ہے جو کئی بار
کچھ بھنور خیز لہریں میرے دامن میں بھی تھیں
اور سمندر کو مسخر میں نے کیا ہے کئی بار
چاندنی کی شب میں برستے بادلوں کے سنگ
آبگینوں پر سفر میں نے کیا ہے کئی بار
دل غمزدہ تفصیل مجھ کو سناتا ہی رہا
عاصیؔ بارِ دل کو ہلکا میں نے کیا ہے کئی بار

غزل

مرے وجود کو دل کوئی رہگزر دے دے
سفید کرتی ہے یہ خونِ جسم ڈھیر سے
انا طلاق نہیں مانگتی مگر دے دے
ٹھٹھرتی ٹھنڈ میں بے گھر پکارتا ہی رہا
خدایا رہنے کو کچھ دیر اپنا گھر دے دے
وگرنہ کہہ دیں گے سب تھا وہ بزدلوں کا امیر
تو جنگ سے نہ پلٹ جا کے اپنا سر دے دے
خدا کی توڑ کے آؤں گا تیری سمت ازازیل
قبول ہو گی خلافت تری اگر دے دے
تری زمین بہت دیکھ لی اب ایسا کر
ترے فلک کو میں دیکھ آؤں مجھ کو پر دے دے

غزل

ضعیف عشق میں چلنے کی کچھ بساط نہ ہو
ہو خواہش اس کو مگر میرا اس کا ساتھ نہ ہو

اگرچہ ایسا ہوا پیار ساتھ چھوڑ گیا
خدانخواستہ نفرت کو مجھ سے مات نہ ہو

تبھی چلوں گا ترے ساتھ جب یقین آئے
کہ میرے ہاتھ میں ہو ہاتھ مجھ سے ہاتھ نہ ہو

بلندیوں پہ کہانی سفر کرے گی اگر
محبتوں میں تکلف یا احتیاط نہ ہو

عجیب طرز تغافل ہوا اس کا میرے ساتھ
وہ میرے ساتھ ہو لیکن وہ میرے ساتھ نہ ہو

الگ الگ ہوں تو چلتی ہیں دیر پا سو کبھی
منافرت یا محبت میں اختلاط نہ ہو

قصور میرا نہ اس کا فقط ستاروں کا ہے
سو اس کے بارے میں مجھ سے کوئی بھی بات نہ ہو

غزل

جب بھی تنہائی کہے بات ہی تب کرتے ہیں
ورنہ خاموشی سے ہم بات ہی کب کرتے ہیں

آستینوں میں چلا آیا ہوں میں بھی ان کی
اب مرے دوست مرا دل سے ادب کرتے ہیں

جو غضبناک ہو تو زلزلہ برپا ہو جائے
مسکرا کر کے وہ کیا تھوڑا غضب کرتے ہیں

دوست دشمن ہیں مرے اور ہیں دشمن مرے دوست
تجزیہ ہم بھی رویوں کے سبب کرتے ہیں

غلطیاں کرتے ہیں سب شاہ و گدا پر شاہان
سامنے منصفوں کے نام و نسب کرتے ہیں

کچھ تو تسکین کو پا لیتے ہیں کچھ خواری کو
پر سخن کام تو ایسا ہے کہ سب کرتے ہیں

غزل

اپنی پگڑی سرِ مقتل کبھی لہرانی ہے
طاقتِ عاصی تبھی ان کو سمجھ آنی ہے

دوست دل ہوتا ہے مضبوط جو یوں کرنے سے
ہم نے ہر بار محبت میں خطا کھانی ہے

فلسفے ایسے وہ دیتا ہے محبت بارے
منفرد لہجے سے لگتا ہے کہ یونانی ہے

دل یہ کہتا ہے کہ میں خوب اسے پہچانتا ہوں
ذہن کہتا ہے کہ آواز یہ انجانی ہے

باغباں خوب پھلا پھولا کلی پر دیکھا
پھول اس درجہ حسیں تھا لگا ایرانی ہے

گوندنی نام کا کردار پڑھا ہے جب سے
اب مرے شہرِ تخیل کی وہی رانی ہے

غزل

وا ہے دل کے جہاں میں جو خلا ہو جائیں
سامنے والے تو پابندِ انا ہو جائیں

شاید اس واسطے ہوں نیند کی کوشش میں مجھے
اس وسیلے سے نئے خواب عطا ہو جائیں

مخملی چادروں پر لیٹ کے پھر سوجانا
آنکھ کھلتے ہی اگر خواب ہوا ہو جائیں

دوست تبلیغ کرو روشنی کی اس صورت
سب اندھیرے ملیں اور ایک دیا ہو جائیں

کیا حسیں دور ہو کہ دوست عدو بن جائیں
اور یکلخت عدو دوست نما ہو جائیں

میں بتاؤں جو بتوں کو کہ میں مظلوم ہوں تو
پھوٹ کر روتے ہوئے دستِ دعا ہو جائیں

جنگ چھیڑوں گا بڑے شوق سے اور جیتوں گا
کاش آلام اگر مجھ پہ خدا ہو جائیں

غزل

پیچھے سبھی خوش باش ہوں سو ان کو ہسا کر
گھر چھوڑ کے میں چل پڑا سامان اٹھا کر

برداشت نہیں ذہن و تخیل پہ پڑا بوجھ
احسان کو زائل کرو احسان جتا کر

اس عشق سے اور عشق ہوا جاتا ہے مجھ کو
وہ ملتا ہے جب جب مجھے پندار بڑھا کر

شہزادے فقیروں کو جو دیکھیں سرِ بازار
کیا خوب ہو کے ان سے ملیں دل کو ملا کر

اندر سے بھی ویسا ہوں میں باہر سے ہوں جیسا
میں ایک ہوا بیٹھا ہوں اب خود میں سما کر

اب دورِ وفا تو نہیں اس واسطے عاصی
سب تجھ سے وفا کرنے لگیں ایسی خطا کر

غزل

کمال شے ہے یہ دنیا کمال ہونا ہے
اسے تمہارے لئے پر جمال ہونا ہے
تمہاری نظریں مری سمت اگر نہیں اٹھنی
ہمارے دل نے بہت پر ملال ہونا ہے
محبتوں کا وسیلہ بھی مل ہی جائے گا
کسی کے ذہن میں میرا خیال ہونا ہے
وہ آئے اور مرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالے
وہ جس کے ہاتھ میں پائل کا جال ہونا ہے
یہ بد زبان پریشان ہیں مگر ہو گا
مناظرات میں درِ سوال ہونا ہے
تمہارے ساتھ بہت خوش تو ہے مگر عاصی
تمہارے بعد اسے محو حال ہونا ہے

غزل

ایک دوزخ ہے محبت جو وہاں جائے گا
مرنا چاہے گا مگر مر نہ کبھی پائے گا

ساکھ پرکھوں نے بنائی تھی بچا لے اس کو
گر بچائی نہیں پھر بعد میں پچھتائے گا

آپ پیئیں گے اگر ٹھیک وگرنہ بے سود
نشۂ عشق زبردستی جو پلوائے گا

سرد ماحول بھی چھینے گا کسی ہستی سے
دشت کی گرم ہوا سے بھی نہ تڑپائے گا

پہلے دیکھے گا کسی سمت کوئی ہے تو نہیں
اور سر پر مرے تلوار کو لہرائے گا

خوب بے دردی سے چھوڑے گا کسی روز مجھے
پھر مری یاد کے پہلو میں لپٹ آئے گا

اور تکلیف سہوں اب نہیں ہے گنجائش
تو کسی روز مری آنکھ سے بہہ جائے گا

غزل

خود بتاؤ مجھے یہ ٹھیک ہے یا ٹھیک نہیں
تمہیں محبوب منانے کی بھی توفیق نہیں

یہ وہ رستہ ہے جسے قیس نگر کہتے ہیں
یہ وہ رستہ ہے کہ جو راستہ تاریک نہیں

دور جاؤ تو دماغوں میں خلل پیدا نہ ہو
آؤ نزدیک مرے اتنے بھی نزدیک نہیں

یہ نبی پاک صحابہ کی غلامی میں ہے
یہ مسلمان کسی طور بھی زندیق نہیں

دوست یہ شعر کئی بار کہا جا چکا ہے
کچھ نئی بات کہو یہ نئی تخلیق نہیں

وہ بظاہر تو مرے ساتھ ہے لیکن عاصی
وہ مرے ساتھ ہے اس بات کی تصدیق نہیں

غزل

زورِ تلوار پہ ماحول بنا لیتا ہے
شاہ شہزادیوں کے خواب چرا لیتا ہے

مشکل اوقات میں رہتا ہے سبھی کے ہمراہ
مگر افسوس کہ بدلے میں جفا لیتا ہے

تھک کے گرتا ہوں تو وہ آ کے اٹھاتا ہے مجھے
لڑکھڑاتا ہے مگر مجھ کو اٹھا لیتا ہے

خوار کرنے کا تجھے سوچتا ہوں جب جب بھی
عشق پھر آ کے تجھے مجھ سے بچا لیتا ہے

صبح کی طرح چمک اٹھتا ہے ہر وہ چہرہ
چاند کی چاندنی سے جو بھی دعا لیتا ہے

دوستوں نرم مزاجی سے وہ ملتا ہے مجھے
اور پندار کو ماتھے پہ سجا لیتا ہے

غزل

کسی کی بننے لگی ہو اگر جفاؤں سے
وفا کو چھوتا ہے طنزاً وہ اپنے پاؤں سے

وفا شعار زمانے پہ اعتبار نہ کر
حقیقتاً یہ بہت دور ہے وفاؤں سے

تو ایسے وار نہ کر مجھ پہ یہ گزارش ہے
میں لڑکھڑا کے نہ گر جاؤں ان اداؤں سے

ہمارے شہر میں ہر سمت روشنی ہو گی
اگر وہ لوٹ کے آ جائے اپنے گاؤں سے

ہمیں تو زخم دیئے ہیں ہمارے اپنوں نے
ہمیں تو خوف اب آنے لگا ہے چھاؤں سے

زمین اب جو مرے تن بدن کو کھائے گی
بچھڑ کے تجھ سے ملوں گا میں کہکشاؤں سے

غزل

کہیں بھی ڈھونڈ لو وہ سانحہ نہیں ملنا
جو میرے دل میں ہوا حادثہ نہیں ملنا

پلٹ پڑے جو اگر تیرا تیر تیری طرف
تو اس سے بچنے کا پھر راستہ نہیں ملنا

بچھڑ گیا ہو سپاہی کسی بھی لشکر سے
پھر اس کے بعد وہی قافلہ نہیں ملنا

تو نفرتوں کے سمندر میں غرق ہے سو تجھے
طریقِ کفر پہ رہ کر خدا نہیں ملنا

میں خون ریزی کو اب مشغلہ بناؤں گا پھر
کسی کے ہاتھ پہ رنگِ حنا نہیں ملنا

وفا شعار ہوں میں اور آس پاس مرے
جو ڈھونڈو گے بھی تو راہِ جفا نہیں ملنا

غزل

ضعیف عشق میں چلنے کی کچھ بساط نہ ہو
ہو خواہش اس کو مگر میرا اس کا ساتھ نہ ہو

اگرچہ ایسا ہوا پیار ساتھ چھوڑ گیا
خدانخواستہ نفرت کو مجھ سے مات نہ ہو

تبھی چلوں گا ترے ساتھ جب یقین آئے
کہ میرے ہاتھ میں ہو ہاتھ مجھ سے ہاتھ نہ ہو

بلندیوں پہ کہانی سفر کرے گی اگر
محبتوں میں تکلف یا احتیاط نہ ہو

عجیب طرز تغافل ہوا اس کا میرے ساتھ
وہ میرے ساتھ ہو لیکن وہ میرے ساتھ نہ ہو

الگ الگ ہوں تو چلتی ہیں دیر پا سو کبھی
منافرت یا محبت میں اختلاط نہ ہو

قصور میرا نہ اس کا فقط ستاروں کا ہے
سو اس کے بارے میں مجھ سے کوئی بھی بات نہ ہو

غزل

جب بھی تنہائی کہے بات ہی تب کرتے ہیں
ورنہ خاموشی سے ہم بات ہی کب کرتے ہیں

آستینوں میں چلا آیا ہوں میں بھی ان کی
اب مرے دوست مرا دل سے ادب کرتے ہیں

جو غضبناک ہو تو زلزلہ برپا ہو جائے
مسکرا کر کے وہ کیا تھوڑا غضب کرتے ہیں

دوست دشمن ہیں مرے اور ہیں دشمن مرے دوست
تجزیہ ہم بھی رویوں کے سبب کرتے ہیں

غلطیاں کرتے ہیں سب شاہ و گدا پر شاہان
سامنے منصفوں کے نام و نسب کرتے ہیں

کچھ تو تسکین کو پا لیتے ہیں کچھ خواری کو
پر سخن کام تو ایسا ہے کہ سب کرتے ہیں

ہمارا عشق کہاں کس نے کیا شمار کِیا

ہمارا عشق کہاں کس نے کیا شمار کِیا
ہماری تلخیِ لہجہ پہ اعتبار کِیا

کیا ہے نام تمہارے وجود و روح مگر
فریض بھی ہمیں کچھ دے سو انتظار کِیا

پتا بھی تھا ہمیں ڈس لیں گے یہ منافق لوگ
منافقین کو پر کندھوں پر سوار کِیا

جو وقت پر نہ ملے اس کا فایدہ کیا ہے
سو وقت سے بھی پرے ہم نے تم سے پیار کِیا

دباؤ ذہنی بڑھا جب ہمارے سینے پر
تو ہم نے رسی کو گردن کا خوب ہار کِیا

معاف کر نہیں سکتے اسے کبھی عاصیؔ
ہماری روح کے سینے پہ جس نے وار کِیا

غزل

کبھی کسی کو بھی خود سے اگر جدا کرنا
خلوصِ عشق کا کچھ تو مگر حیا کرنا

ترے حضور محبت کروں گا پیش مگر
کلائی کاٹ کے تو اس کا حق ادا کرنا

شبِ فراق میں مجھ کو اذیتیں نہ ملیں
سو اس لئے تو مرے ساتھ ہی ہوا کرنا

کہاں قدم لگیں تیرے وہاں چلوں گا میں
حسین کام وہ جا مروہ و صفا کرنا

بدن کا رُوح سے جس طرح کا تعلق ہے
جو ملنا ہو کسی سے اس طرح ملا کرنا

تجھے وفا سے سروکار ہی رہا عاصیؔ
نصیب میں ہی کہاں ہے ترے جفا کرنا

غزل

پیچھے سبھی خوش باش ہوں سو ان کو ہسا کر
گھر چھوڑ کے میں چل پڑا سامان اٹھا کر

برداشت نہیں ذہن و تخیل پہ پڑا بوجھ
احسان کو زائل کرو احسان جتا کر

اس عشق سے اور عشق ہوا جاتا ہے مجھ کو
وہ ملتا ہے جب جب مجھے پندار بڑھا کر

شہزادے فقیروں کو جو دیکھیں سرِ بازار
کیا خوب ہو کے ان سے ملیں دل کو ملا کر

اندر سے بھی ویسا ہوں میں باہر سے ہوں جیسا
میں ایک ہوا بیٹھا ہوں اب خود میں سما کر

اب دورِ وفا تو نہیں اس واسطے عاصی
سب تجھ سے وفا کرنے لگیں ایسی خطا کر

غزل

ہم تمہیں آنکھ کے منظر میں نظر آئیں گے
آج کے بعد تو اب بارِ دگر آئیں گے

رات کو نکلیں گے آوارگی کے سلسلے میں
جس طرح ہو گی سحر دوڑ کے گھر آئیں گے

ہم اندھیروں کو کریں گے اسی صورت میں قبول
وہ مرے گھر میں اگر لے کے سحر آئیں گے

جسم لے آئیں گے میدان سے واپس گھر کو
اور میدان کو ہم دے کے جو سر آئیں گے

راستے خوب مقفل ہیں مگر یاد رکھو
کھولتے جانا وہاں جتنے بھی در آئیں گے

صبر کا پھل جو اگر کم بھی ملے تو عاصی
صبر سے ڈھانپتے رہنا جو ثمر آئیں گے

غزل

کمال شے ہے یہ دنیا کمال ہونا ہے
اسے تمہارے لئے پر جمال ہونا ہے
تمہاری نظریں مری سمت اگر نہیں اٹھنی
ہمارے دل نے بہت پر ملال ہونا ہے
محبتوں کا وسیلہ بھی مل ہی جائے گا
کسی کے ذہن میں میرا خیال ہونا ہے
ستارے ہم کو بتاتے کہ ہمارا بھی
کسی کے پیار میں جینا محال ہونا ہے
ہمیں اذیتیں دیتے ہو پر ہمارے بعد
جنون ہو گا تمہیں محوِ محال ہونا ہے
یہ بد زبان پریشان ہیں مگر ہو گا
مناظرات میں درِ سوال ہونا ہے

غزل

ایک دوزخ ہے محبت جو وہاں جائے گا
مرنا چاہے گا مگر مر نہ کبھی پائے گا
ساکھ پرکھوں نے بنائی تھی بچا لے اس کو
گر بچائی نہیں پھر بعد میں پچھتائے گا
آپ پیئیں گے اگر ٹھیک وگرنہ بے سود
نشۂ عشق زبردستی جو پلوائے گا
سرد ماحول بھی چھینے گا کسی ہستی سے
دشت کی گرم ہوا سے بھی نہ تڑپائے گا
پہلے دیکھے گا کسی سمت کوئی ہے تو نہیں
اور سر پر مرے تلوار کو لہرائے گا
خوب بے دردی سے چھوڑے گا کسی روز مجھے
پھر مری یاد کے پہلو میں لپٹ آئے گا
اور تکلیف سہوں اب نہیں ہے گنجائش
تو کسی روز مری آنکھ سے بہہ جائے گا

غزل

پیش آ جائے اگر کوئی تقاضا اس کو
دور کر دیتا ہوں خود سے میں لہذا اس کو

کرب ناک اور زیادہ ہوا اک شخص کہ جب
دوسرے شخص نے بھی ہجر نوازا اس کو

جو شجر سوکھ گیا اس پہ بہایا آنسو
پانی کی بوند کرے گی ابھی تازہ اس کو

مستقل کردوں گا اس کو کہ یہ میری جانب
کھینچ کر لائے اگر ماتھے کا غازہ اس کو

ٹہنیاں سوکھ گئی ہیں جو درختوں کی سو اب
کاٹ کا پھینک دو اے دوست لہذا اس کو

جب اُٹھائیں گے مجھے اور وہ ہو گا پیچھے
ایک امید سے دیکھے گا جنازہ اس کو

غزل

زورِ تلوار پہ ماحول بنا لیتا ہے
شاہ شہزادیوں کے خواب چرا لیتا ہے
مشکل اوقات میں رہتا ہے سبھی کے ہمراہ
مگر افسوس کہ بدلے میں جفا لیتا ہے
تھک کے گرتا ہوں تو وہ آ کے اٹھاتا ہے مجھے
لڑکھڑاتا ہے مگر مجھ کو اٹھا لیتا ہے
خوار کرنے کا تجھے سوچتا ہوں جب جب بھی
عشق پھر آ کے تجھے مجھ سے بچا لیتا ہے
صبح کی طرح چمک اٹھتا ہے ہر وہ چہرہ
چاند کی چاندنی سے جو بھی دعا لیتا ہے
دوستوں نرم مزاجی سے وہ ملتا ہے مجھے
اور پندار کو ماتھے پہ سجا لیتا ہے

غزل

کسی کی بننے لگی ہو اگر جفاؤں سے
وفا کو چھوتا ہے طنزاً وہ اپنے پاؤں سے

وفا شعار زمانے پہ اعتبار نہ کر
حقیقتاً یہ بہت دور ہے وفاؤں سے

تو ایسے وار نہ کر مجھ پہ یہ گزارش ہے
میں لڑکھڑا کے نہ گر جاؤں ان اداؤں سے

ہمارے شہر میں ہر سمت روشنی ہو گی
اگر وہ لوٹ کے آ جائے اپنے گاؤں سے

ہمیں تو زخم دیے ہیں ہمارے اپنوں نے
ہمیں تو خوف اب آنے لگا ہے چھاؤں سے

زمین اب جو مرے تن بدن کو کھائے گی
بچھڑ کے تجھ سے ملوں گا میں کہکشاؤں سے

غزل

آپ کا احسان کب تک سر پہ رکھیں گے غریب
اپنی گردن تیر اور نشتر پہ رکھیں گے غریب
یا تو اُترے من و سلویٰ آسمانوں سے یہاں
ورنہ پھر ایمان بھی دیگر پہ رکھیں گے غریب
پھڑ پھڑا کر یہ اُڑا دیں گے فضا میں ساکھ کو
مفلسی میں عزتوں کو سر پہ رکھیں گے غریب
آپ دولت مند ہیں سو آپ کو ہے فائدہ
جائیں ان میں آپ کو تو سر پہ رکھیں گے غریب
عزتوں کے بدلے لیں گے یہ متاع و مال پھر
عزتوں کی گردنیں خنجر پہ رکھیں گے غریب

غزل

شہرِ ابہام میں آباد نہیں ہو سکتے
آپ کے شعر ہمیں یاد نہیں ہو سکتے

ہم ہمیشہ سے زمیں زاد ہی کہلائے ہیں
پر فلک زاد زمیں زاد نہیں ہو سکتے

ان سے دلداری جو کر لی ہے تو پھر یاد رکھو
ان کے چنگل سے اب آزاد نہیں ہو سکتے

محنتی لوگ جو خوش باش رہا کرتے ہیں
سست رہنے سے وہ دلشاد نہیں ہو سکتے

شوق پالیں مگر اشعار پہ محنت نہ کریں
شاعری میں کبھی استاد نہیں ہو سکتے

ان صحیفوں کو بھی سینوں سے لگایا ہم نے
وہ صحیفے کہ جو اسناد نہیں ہو سکتے

غزل

دیکھوں زمیں پہ رزق تو بڑھ کے اٹھا لوں گا
قسمت کے کاغذات پہ روٹی بڑھا لوں گا
ذہنی دباؤ بڑھ رہا ہے تھام لو مجھے
ورنہ میں فلسفے کے نئے گر نکالوں گا
اک بار لوٹ آؤ اے دنیا مرے قریب
وعدہ ہے تجھ سے تیرا دوپٹہ سنبھالوں گا
جیتا میں تجھ سے فکر نہ کر اے مرے وجود
سکے کو ایک مرتبہ پھر سے اچھالوں گا
صبر و رضا کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا
اب ہجر کے حصول کی خود سے سزا لوں گا
جنت کی رونقوں کو میں رکھوں گا یوں بحال
آدم مزاج لوگ وہاں سے نکالوں گا
اس سے رفاقتوں کا تسلسل بڑھے گا اور
رب کو میں اپنی سانس کے اندر چھپا لوں گا
آ جائے کام جذبہ حقوق العباد کا
اس زور سے خدا کو میں اپنا بنا لوں گا

غزل

اس کو بتلانا کہ خواب گاہوں میں ہے
جو مسافر کوئی میری راہوں میں ہے

تیرگی میں کرے روشنی دوستو
آفتابی چمک جن نگاہوں میں ہے

علم کم ہے جہالت زیادہ ہے سو
سخت پیچیدگی درسگاہوں میں ہے

میں نے سینے لگایا اسے تو لگا
ایک پورا جہاں میری باہوں میں ہے

بچ نہ پاؤ گے تم آنکھ کے تیر سے
جاذبیت بہت ان نگاہوں میں ہے

غزل

خامشی اس کے لیے دل میں دعا کرتی ہے
آرزو تیری جسے روز خفا کرتی ہے

دوستوں شاعری آسان نہیں ہوتی ہے
خون پی کر یہ کوئی شعر عطا کرتی ہے

میں مسیحائی کو ایمان سمجھ بیٹھا اور
ساری دنیا مرے جینے کی دعا کرتی ہے

جب میں آؤں گی تجھے غرق کروں گی یکسر
اور بھی باتیں ہیں جو مجھ سے ہوا کرتی ہے

میکدے جاؤں مجھے دیکھ کے ساری مخلوق
جام کو پھینکتی ہے مجھ سے حیا کرتی ہے

تیری قربت نے تعلق کو کیا ہے برباد
یہ وہی کرتی ہے جو کام خلا کرتی ہے

غزل

چیخ اٹھے گا حسیں خواب نظر آ جائے
کسی پیاسے کو جو تالاب نظر آ جائے

زندگی چن لو فقط مال کی پرواہ نہ ہو
آنکھ میں جب کبھی سیلاب نظر آ جائے

توڑ دیتے ہیں مگر اس کو بچا لیں گے اگر
عشق کا رشتۂ نایاب نظر آ جائے

جو ملے اس کو کہیں گے کہ مکرر دلدار
راہ میں جب کہیں ہمخواب نظر آ جائے

جو تراشا ہے نتیجہ بھی تو چاہیں گے کہ اب
اس کے لہجے میں تب وتاب نظر آ جائے

کھل کھلائیں گے آگر آپ تو ایسا ہو گا
کے زمینوں پہ بھی مہتاب نظر آ جائے

غزل

یزید شرم تجھے ان کا کچھ خیال نہیں
بتاؤ کیا جو کٹے وہ نبی کی آل نہیں
میں اپنی جان بھی قربان کیوں کروں اس پر
جمال تو ہے مگر اس قدر جمال نہیں
میں اب کی بار پھر آؤں گا تیرے چنگل میں
تو اپنے ذہن میں پر ایسی سوچ پال نہیں
شبِ سیاہ میں بیٹھا ترا خیال کیے
یہ کون ہے کہ تجھے اس کا کچھ خیال نہیں
تو کب فراق مری روح کو تھکائے گا
یہ مشکلات پہ مبنی کوئی سوال نہیں

غزل

کب تلک ساتھ ہے تیرا میرا
یعنی کب ہو گا ارتقا میرا

جنگ میں ہار ہو مگر میری
مشتہر ہو یہ سانحہ میرا

میں رکھوں گا تلاش جاری اور
مل ہی جائے گا آشنا میرا

دشمنی تھی مری ہواؤں سے
بجھ رہا ہے تبھی دیا میرا

اس کے در سے حسین تر ہو گا
مسترد ہو کے لوٹنا میرا

لمس جب سے کوئی ہوا محسوس
ذوقِ دستِ ہنر گیا میرا

غزل

گنگناؤں جو میں ہر وقت ہی مدحت تیری
کام آ جائے تبھی میرے محبت تیری

تو مرے ساتھ ہو تو مجھ کو سکوں رہتا ہے
ماؤں جیسی ہے مرے واسطے شفقت تیری

تیرے سائے میں ہی رہتا ہوں اسی واسطے اب
ہو گئی ہے مرے معمول کو عادت تیری

سب سنوارے ہیں تو اب کام بگاڑو میرے
کہیں کر بیٹھوں نہ اے شخص عبادت تیری

اپنی مرضی نہیں کر سکتا میں اپنے اوپر
تیرتی ہے اعصاب پہ قدرت تیری

تیرے دربار پہ بیٹھا ہوں اسی آس پہ میں
مل ہی جائے گی کسی روز ولایت تیری

غزل

شعر جو رنگِ تغزل میں ڈھلے کہتا ہوں
بعد میں آیا مگر پہلوں پہ بھی چھایا ہوں

یہ زمیں میرے لیے صرف ہوا ہے اور میں
یہاں رہتا نہیں تا حدِ نگہ اڑتا ہوں

اس کو اب دشت کی طرح میں معطّر کروں گا
شہرِ نفرت کی سڑک پر جو ابھی آیا ہوں

کوئی پوچھے کہاں رہتے ہو بتاؤں گا اسے
طلسمی خواب کے چنگل میں کہیں رہتا ہوں

عین ممکن ہے مرے تحفے کو ٹھک

غزل

اب تو ہو جاتی ہے خود ہی بڑی تشہیر تری
قیس کی طرح بڑھو خوابِ تمنا کی طرف
عین ممکن ہے کہ مل جائے گی تعبیر تری
جیسے چھپتا ہے سمندر میں کوئی عکسِ قمر
ایسے چھپتی ہے مری آنکھ میں تصویر تری
جو بھی چاہے تو وہ آ ملتا ہے فوراً تجھ کو
کس قدر حسن سے بھرپور ہے تقدیر تری
ظلم کی عمر ہے کم کیوں کہ ہے اس پر تری آنکھ
تخت پلٹے گی یقیں ہے مجھے تدبیر تری
سخت لہجے کو مٹا اور بنا لے اسے نرم
ایسا کرنے سے تو بڑھ جائے گی توقیر تری

غزل

پرش کی جنگ نہیں بنتی کسی ناری سے
آپ بزدل ہیں تبھی لڑتے ہیں بیچاری سے

اس کے کپڑے سے ہیں خوشبوئیں سبھی کپڑوں میں
سو نکالا ہی نہیں سوٹ وہ الماری سے

پیار کے نام پہ دیتا ہے مجھے ذہنی دباؤ
میں بہت تنگ ہوں اس شخص کی دلداری سے

قیس ہی ہے جو سمجھتا ہی نہیں ہے ورنہ
خوب واقف ہے جہاں لیلی کی عیاری سے

قوم سے باغی اگر ہو مرا بھائی اس کو
کاٹ دوں گا میں کسی روز اسے آری سے

شکر صد شکر مجھے ہجر ملا ہے عاصیؔ
شکر صد شکر بچا ہوں میں بڑا خواری سے

غزل

نہ عنایت نہ رعایت کر کے
دو ہمیں ہجر محبت کر کے
عشق جائز نہیں بتلاؤ ہمیں
کسی عاشق سے روایت کر کے
آپ کی یادِ ستم بھول گئے
دوسری بار محبت کر کے
اس کے دروازے پہ جو جائیں ہم
ٹال دے گا وہ مروت کر کے
اپنے قاتل کو معافی دے کر
ہوئے معروف سخاوت کر کے
نام اپنا بھی بنائیں گے ہم
آپ کے نام کی مدحت کر کے

غزل

اپنے در سے نہ سوالی کو بھگایا جائے
وہ چلا جائے اسے پھر سے بلایا جائے
پیار کے جال میں دنیا کو بناؤ قیدی
زندگی تھوڑی ہے سو کام میں لایا جائے
بیٹیاں عزتِ ناموس ہیں عریاں نہ کریں
اپنے سائے میں انہیں خوب چھپایا جائے
جب لگے تم کو یہ دنیا نہ کبھی ہو گی ختم
اپنے کاندھوں پہ جنازوں کو اٹھایا جائے
کامیابی تبھی پاؤں میں چلی آئے گی
آسمانوں سے جو نظروں کو ملایا جائے

غزل

شاعری سنتے ہوئے چہرے پہ آداب سجا
اور اترے ہوئے چہرے پہ تب وتاب سجا

میری آنکھوں میں ترے پیار کا جب خواب سجا
یوں لگا آنکھوں میں میری کوئی مہتاب سجا

جب وہ ملنے کو چلا آئے تری دعوت پر
آزمائش کے لیے فرش پہ تو آب سجا

خودکشی واسطے وہ گاؤں سے باہر بھاگا
جو تھا ویران بصد شکر وہ تالاب سجا

حسن میں اور اضافہ یوں ملے گا عاصی
اس کے ماتھے پہ اگر بوسے کا اعراب سجا

غزل

کب سے کریں گے سب در و دیوار محبت
ہو کاش کسی کے لیے پندار محبت

ہر بار ہی نفرت ملی ہے تیری طرف سے
اس بار عطا کر مرے دلدار محبت

لیلی سے اگر کرنی ہو کرنا سرِ وحشت
مجنوں کے طریقے سے مرے یار محبت

نفرت کے سبب سوکھ گئے ہیں سبھی رشتے
کر دے گی یقیناً انہیں پھل دار محبت

ظاہر ہے وہ نفرت کا ہی پرچار کرے گا
کچھ کام نہ آیا ہو جسے پیار محبت

غزل

چھوڑ دے تو بھی اسے مخلص دلا اُس شخص کو
جیسے وہ بھولا ہے یوں تو بھول جا اُس شخص کو

آشنائی تیرے سے کررہا تھا اور آج
صرف تنہائی اکیلا پن ملا اُس شخص کو

عاجزی سے پیش آتا تھا زمانے سے مگر
سب سے بدلے میں ملی ہے کیوں انا اُس شخص کو

بانٹتا تھا الفتیں پر کیا ہوا ہے یہ غضب
دھیرے دھیرے کررہے ہیں سب ''خدا'' اُس شخص کو

اب تو خاموشی نے جکڑا ہے اسے ہر طور سے
کچھ کرو معلوم کہ یہ کیا ہوا اُس شخص کو

جو بجز میرے کوئی دیکھے مرے محبوب کو
موت بخشوں گا یقیناً باخدا اُس شخص کو

غزل

میرے جیسے ولا کو مانتے ہو؟
یا کسی پیشوا کو مانتے ہو؟
آپ سے اختلاف ہے یہ مرا
میں وفا تم دغا کو مانتے ہو
تم تو منکر ہوئے ہو ہر شے کے
کیا خدا کی عطا کو مانتے ہو؟
ابتدا ہو گئی زمانے کی
اس کی اب انتہا کو مانتے ہو؟
تم خدا سے ہی مانگتے ہو شے
کیا وجودِ خدا کو مانتے ہو؟

غزل

جھوٹ بھی بولے گی اور اس پہ قسم کھائے گی
دنیا جنت ہے یہ دنیا تجھے بتلائے گی

عیش و عشرت تجھے بھاتا ہے مگر دھیان رہے
تیرے رستے میں کبھی جال کو بنوائے گی

ان محبت کی فضاؤں کا یہ ڈر ہے مجھ کو
بات ہو گی نہیں یہ بات کو پھیلائے گی

سنگ پڑتے ہیں جو ہر حال میں ہم پر سن لو
ہم جو بگڑے تو مصیبت تمہیں پڑ جائے گی

چشمِ پرکار تری سمت گھماؤں کیوں کر
اس اشارے کی تمہیں خاک سمجھ آئے گی

شامِ اُفردہ اُداسی کے سوائے عاصیؔ
شامِ اُفردہ مرے واسطے کیا لائے گی

خلافت حُرمتِ اسلام کا واحد قرینہ ہے

ہر شام ساقیا مجھے سوز و گُداز دے
ہر صبح عشق سے مجھے اپنے نواز دے
در پہ تمہارے آگیا سب کچھ لُٹا کے میں
اب چاہیئے کہ کہ مستوں سا مجھ کو وہ ناز دے
کب تک جنونِ دُوری سے مجھ کو بچاؤ گے
محمود بن چکا ہوں تو مجھ کو ایاز دے
آنکھوں میں تیرا ناز جبیں پہ ہے تیرا نقش
آسامنے تو مجھکو اذنِ نیاز دے
عاصؔی نے رو کے عرض کی اے ربِ العلمین
مجھ کو بھی گُلفتوں کے انوکھے سے راز دے
پھر وہی غم کا فسانہ آگیا
حسرتوں کا تازیانہ آگیا
تری ابروئے چشم کی دیکھ کر
ہم کو بھی نظریں ملانا آگیا

ملے جو کچوکے وصل کے
زخم کھا کر مسکرانا آگیا
خارزاروں میں کسی گُل کی طرح
تم سے ہی دل بہلانا آگیا
ہم نے جس کے واسطے یہ غم سہے
اسے ہی مرے زخموں پہ نمک چھڑکانا آگیا
آج بھی فرعون و یزید زندہ ہیں
پھر وہی ظالم زمانہ آگیا

خلافت حُرمتِ اسلام کا واحد قرینہ ہے
یہی وہ کشتیء نوح ہے یہی اُمت کا سفینہ ہے
ذہن سے مطمئن ہے جنہیں اس کی ضرورت ہے
یہی ہے مہدی کا پرتو یہی اُس کا نگینہ ہے
یہی راہنمائے دنیا یہی شاخِ مدینہ ہے
اِک رنگ سے توقیر کا مینار بنی ہے
اِک رنگ سے اسلام کا شاہکار بنی ہے
اِک رنگ سے تبلیغ کا حصار بنی ہے
اِک رنگ سے بہت ارفع کردار بنی ہے

خوش رنگ ہے شاداب ہے خیابانِ خلافت
جلائی تھی شمع اسنے اِک چھوٹے سے گاؤں سے
ملی ہے فتح ہم کو اُس کی دعاؤں سے
نکالی تھی زمیں اس نے احرار کے پاؤں سے
جل کے مرا اِک فرعون اس کی دعاؤں سے

خوش رنگ ہے شاداب ہے خیابانِ خلافت
دوڑا چلا آیا تھا مرا خدا اس کی محبت کے لئے
کیسے سامان ہوئے اس کی ہجرت کے لئے
پروانے ہوئے مہاجر اُس کی سنت کے لئے
یورپ نے ایوان کئے وا اُس کی عزت کے لئے
خوش رنگ ہے شاداب ہے خیابانِ خلافت
قرآن کے تراجم پھیلائے ہیں ساری دنیا میں
توقیر انساں بھی بتائی ہے ساری دنیا میں
ایم ٹی اے پھیلایا ہے ساری دنیا میں
خوش رنگ ہے شاداب ہے خیابانِ خلافت

نظم خلافت

خوش رنگ ہے شاداب ہے خیابانِ خلافت
اِک رنگ سے بے مثل ہے گویا کہ قیادت
اِک رنگ سے سے پُرنور ہے بس اُس کی امامت
اِک رنگ سے خوشبوسی ہے اس کی کرامت
اِک رنگ سے توقیر کا مینار بنی ہے
اِک رنگ سے اسلام کا شاہکار بنی ہے
اِک رنگ سے تبلیغ کا حصار بنی ہے
اِک رنگ سے بہت ارفع کردار بنی ہے

خلافت

بخشی ہے خلافت نے ۔ اک جرائتِ رندانہ
ایسی ہے محبت یہ ۔ جیسی کہ ہو پدرانہ
ہیں قافلے رندوں کے ۔ بھرنے کو ہے میخانہ
الفت میں خلافت کی ۔ ہر شخص ہے دیوانہ
سیدھی ہے رہِ الفت ۔ منزل ہے قریب آئی
شمع یہ صداقت کی ۔ ہر احمدی پروانہ
اللہ نے دی برکت ۔ کاسہ ہے بھرا اتنا
مفلس بھی یہی سمجھے ۔ بندہ ہے وہ شاہانہ
قربت ہے خلافت سے ۔ ہجرت نہ لگے ہجرت
خوش بخت ہیں ہم ۔ دیکھا ۔ پھر جلسہء سالانہ
اسلام کے شیدا ہم ۔ احمدؐ کے ہیں دیوانے
مہدیؑ کی محبت سے لبریز ہے پیمانہ
مانا ہے مسیحؑا کو ۔ رحمت کی ہی بارش ہے
ہر دل کو ملی تسکیں ۔ اور لطف کریمانہ
کامِل ہے خلافت ہی، شفقت میں، محبت میں
یہ نعمتِ ربی ہے ۔ ہر حرف محبانہ
عاصؔی یہ خلافت کا ۔ ہے حُسن بھی یوسف سا
دنیا کے سروں پر یہ ۔ ہے دستِ حبیبانہ

سوسالہ جوبلی

کفِ پائے، خلافت سے، ہوئے، روشن جہاں کتنےِ
ذراسی، ایک جنبش سے، ہوئے دریارواں کتنے

رواں ہے، کاروانِ احمدیت، جانبِ منزل
ابھی فکرونظر، کے درمیاں ہیں قادیاں کتنے

سعیدانِ وفا سے، رنگ وبو، قائم ہے دنیا میں
کھلے خونِ شہادت سے جہاں میں گلستاں کتنے

لگی تعزیر طاہر پر، رہے مَسرور زنداں میں
خلافت کے اَمینوں نے دیئے ہیں امتحاں کتنے

قیادت مل گئی مَسرُور کی ہم کو زمانے میں
اُسی کی فکر سے، اُبھرے اَمیرِ کارواں کتنے

پرندوں کو ملی، جب نطقِ گویائی تو وہ بولے
یہاں مَسرُور کے شیدائی بھی ہیں خوش بیاں کتنے

قطعہ

میں بیسویں صدی سے اکیسویں میں آیا
اب آسماں سے اُتری مجھ پہ سخن کی مایہ
ہے یاد مجھ کو گاؤں بچپن جہاں بِتایا
میں نے بھی یاد رکھا وہ بھی نہ بھول پایا

ذہن میں یاد کی اک قبر کو کھودا ہو گا

ذہن میں یاد کی اک قبر کو کھودا ہو گا
رات ہم خوب پشیمان رہے تھے اس پر
اس نے چھوڑا ہے ہمیں اب وہ اکیلا ہو گا
سرِ افلاک چلی جائیں گی ارواح تمام
اور پاتال میں جسموں کا بسیرا ہو گا
آپ مخلص ہیں تو یہ بات نہیں بھولئے گا
آپ کے ساتھ کسی وقت بھی دھوکا ہو گا
اک دہائی سے اسے دیکھا نہیں ہے میں نے
ڈھونڈنے کو مجھے وہ شخص تو بھٹکا ہو گا
دیکھ سکتا ہے قمر خوب مگر وہ عاصیؔ
مستقل شمس اگر دیکھے تو اندھا ہو گا

بنا محنت کے اگر مفت میں گھر مل جائے

بنا محنت کے اگر مفت میں گھر مل جائے
نرم لہجوں میں بھی گرمی کا اثر مل جائے

اپنی اوقات تو پھر یاد نہیں رہتی اگر
کسی کم ظرف کو گر مائشِ زر مل جائے

اس کا دیدار تو قسمت میں نہیں ہے شاید
اس کی آواز ہی سننے کو مگر مل جائے

کیا خوشی ہو کسی آدم کو کسی لمحے اگر
صاحبِ کون و مکاں بارِ دگر مل جائے

کوئی نسخہ ملے ایسا کہ درختوں سے مجھے
شاخ اگر سوکھ بھی جاتی ہے ثمر مل جائے

لالچی شخص اُٹھا لیتا ہے پھر روتا ہے
مال و زر راہ میں چلتے ہوئے گر مل جائے

دھوپ میں رکھو اگر برف پگھل جائے گی

دھوپ میں رکھو اگر برف پگھل جائے گی
زندگی جسم سے اک روز نکل جائے گی

جو مرے وصل سے انکار اگر کر دیں آپ
شدتِ غم سے مری جان نکل جائے گی

تیرے ہر وار سے ٹوٹے نہ انا لیکن اب اور
استقامت مرے پندار میں ڈھل جائے گی

سخت ماحول میں ٹوٹی ہے کلی لاؤ تو
نرم ماحول میں رہ کر وہ سنبھل جائے گی

دوست یاروں نے مجھے چھوڑ دیا ہے عاصیؔ
زندگی ساری بغیر ان کے خجل جائے گی

دورِ خاموشی مٹا اور حسیں عدت کر

دورِ خاموشی مٹا اور حسیں عدت کر
بعد از ہجر ہر اک دور کی تو نصرت کر
اب تو خود کا بھی کوئی حکم نہیں مانتا میں
میرے سالار مجھے حکم نہ دے منت کر
دورِ افلاس میں تو چھوڑ رہا ہے لیکن
یہ گزارش ہے مرے دوست تو ایسا مت کر
میں جو خوراک بنا بیٹھا ہوں تنہائی کی
سب ہوئے دور مگر تُو تو مری چاہت کر
قیس کا حکم کسی طور نہیں ٹالتا میں
قیس نے مجھے کہا ہے کہ مری مدحت کر
میرا پندارِ غضب ناک نہیں چھٹ سکتا
میرے پندارِ غضب ناک سے ہی اُلفت کر

یہ اُداسی جو محبت کا دیا ہے افسوس

یہ اُداسی جو محبت کا دیا ہے افسوس
اس نے خوشیوں سے مجھے چھین لیا ہے افسوس
تیری مشکل میں ترے ساتھ رہا تھا تو نے
میری مشکل میں مجھے چھوڑ دیا ہے افسوس
ترس کھاتی ہے یہ زنجیرِ محبت مجھ پر
اس کو آزادی نے آزاد کیا ہے افسوس
طنز کرتا ہے مجھے کہتا ہے یہ تیرا فراق
مخلصا! تجھ پہ بڑی خاص عطا ہے افسوس
دشت میں روتے ہیں ہنستے ہیں بآواز بلند
دشت کیا خوب محبت کی جزا ہے افسوس
کب یہ چھوڑے گا مری جان خطرناک عذاب
سانحہ ہجر کا جو برس پڑا ہے افسوس

آنکھ میں خواب نیا جب بھی سمو جاتا ہے

آنکھ میں خواب نیا جب بھی سمو جاتا ہے
رفتگاں خواب کی تقدیر کو دھو جاتا ہے

رات بھر خواب میں جو یار کا در دیکھتا ہوں
صبح ہوتے ہی نجانے کہاں کھو جاتا ہے

اس کو احساس ذرا سا بھی نہیں ہوتا ہے
دل کے کھلیان میں جو درد کو بو جاتا ہے

خوب نظّارے اسے دیکھنے کو ملتے ہیں جو
آنکھ کو کھول کے میدان میں سو جاتا ہے

یوں دعائیں نہ دیا کر مرے مخلص ساتھی
تو جو کہتا ہے سبھی کچھ مجھے ہو جاتا ہے

دیکھتا ہی نہیں لیکن وہ اگر دیکھتا ہے
ایک ہی دید سے آلام کو دھو جاتا ہے

جمع کر کر کے جو زنبیل کو بھر لاتی ہے

جمع کر کر کے جو زنبیل کو بھر لاتی ہے
خواب کی کرچیاں شہزادی کو زخماتی ہیں
شبِ تاریک اُلجھتی ہے شبِ روشن سے
روشنی تیرگی میں ڈوب کے رہ جاتی ہے
اختتاماً کوئی جملہ کسی منہ سے نکلے
ہجر کی ڈور تو گردن کو لپٹ جاتی ہے
سخت حساس ہے یہ اس کے قریب آنا نہیں
کوئی ہمدردی عدو کو مرے بہلاتی ہے
پیار مت کرنا مگر خود ہے گرفتار اس میں
جو پرستان کی ملکہ مجھے سمجھاتی ہے
میں کہاں جاؤں میں کیا سوچوں بتاؤ مجھ کو
میری غربت مرے ہر خواب کو کھا جاتی ہے

سختیاں زندگی میں آتی ہیں

سختیاں زندگی میں آتی ہیں
آنکھ کے خواب مار جاتی ہیں
ہم تمہارے سوا نہیں سنتے
کتنی آوازیں ہمیں بلاتی ہیں
ان کے بالوں کے لمس میں آ کر
اُنگلیاں خوب گنگناتی ہیں
صبح اُٹھنے کے بعد سب مائیں
بیٹوں کے حوصلے بڑھاتی ہیں
دشت میں جب بھی آئی لیلائیں
داستانوں کو ساتھ لاتی ہیں
ان کی مہکار سونگھ کر عاصی ؔ
خوشبوئیں ہم کو بھول جاتی ہیں

میں گر پڑا تھا زمیں پر جو لڑکھڑاتے ہوئے

میں گر پڑا تھا زمیں پر جو لڑکھڑاتے ہوئے
وہ رو رہا تھا مرا صبر آزماتے ہوئے

مجھے نظر نہیں سینے پہ تیر لگتا ہے گر
کوئی بھی دیکھے مری سمت مسکراتے ہوئے

زمانے کو تبھی کندھوں سے پھینک ڈالا ہے
میں تھک گیا ہوں زمانے کا بار اُٹھاتے ہوئے

حلیم ذات کا الہام ہے یہ سوچتے ہیں
کسی خیال کو قرطاس پر گھماتے ہوئے

پکڑ کے ہاتھ سڑک پر بٹھا لیا عاصیؔ
اُسے بچایا محبت میں دور جاتے ہوئے

جلوا کے محبت کے دیئے سامنے آیا

جلوا کے محبت کے دیئے سامنے آیا
ہجرت کے ارادے سے ترے سامنے آیا
دیکھا نہیں تو نے مجھے پیار میں ہو کر
جب تیرے تخیل میں ترے سامنے آیا
میں اُٹھ کے اسے سینے لگاؤں گا مگر دوست
ہاتھوں میں اگر پھول لئے سامنے آیا
تھا گوشہ نشیں پر ہوا ایسا اُسے میں نے
پیغام محبت کے دیئے تو سامنے آیا
خوشیوں نے مری رُوح میں باغات کھلائے
جب میرؔ کا دیوان مرے سامنے آیا

یا اُٹھا مار کوئی سنگ ہی اُس کے سر پر

یا اُٹھا مار کوئی سنگ ہی اُس کے سر پر
یا اُٹھا ہجر کے فاعل کو پٹخ پتھر پر
ساری دنیا اسے بدشکل ہی گردانتی ہے
اور وہی ایک ہے لگتا ہے مجھے سندر پر
مسجدیں خالی ہیں ایمان سے خالی ہم لوگ
حملہ آور ہوں گے کس منہ سے کسی مندر پر
چاہتِ دید تو ہے دیکھ کے کھو دوں گا حواس
نقش لے آؤں؟ خیالات سے کاغذ پر مشرک کا آپ
مخالف ہوں میں یہ یاد رکھو
تا ازل رکھوں سر صرف تمہارے در پر

بوقتِ مرگ بھی چلتی ہے قید اسیر کے ساتھ

بوقتِ مرگ بھی چلتی ہے قید اسیر کے ساتھ
گندھی ہوئی ہے زمانے میں یہ خمیر کے ساتھ

کسی کا رانجھا ملا ہے کسی کی لیلیٰ کو
کسی کا قیس ملے گا کسی کی ہیر کے ساتھ

سو جنگ کرتے ہیں نیندوں سے رات بھر چونکہ
ہماری بنتی نہیں خواب کے سفیر کے ساتھ

زمانہ چاہتا ہے میں تراشبات کروں
اگر کِیا بھی کروں گا کسی نکیر کے ساتھ

بچھڑتے وقت ہماری تھی حالتیں ایسی
کہ مسکراتے رہے ہم ٹپکتے نیر کے ساتھ

جی رہا ہوں توہمات کے ساتھ

جی رہا ہوں توہمات کے ساتھ
اور جیوں گا مشاجرات کے ساتھ
آسماں بھی زمین کی جانب
بڑھ رہا ہے توقعات کے ساتھ
میں ہوں خاموش یوں نہ ہو کہ وہاں
بات بڑھ جائے میری بات کے ساتھ
کچھ زیاں کا شبہ نہیں رہتا
ہو اگر کام احتیاط کے ساتھ
وصل تیرا مرا نہیں ممکن
دن نکلتا نہیں ہے رات کے ساتھ
دین داری تو ہے مری مشہور
شاعری کرلوں اس کے ساتھ کے ساتھ

آپ آئے نظارے بیٹھ گئے

آپ آئے نظارے بیٹھ گئے
بزم میں تو خسارے بیٹھ گئے

پانیوں میں بھڑک اُٹھے لیکن
آگ میں سب شرارے بیٹھ گئے

روشنی چاند سے نچوڑ لی تو
کیوں سکوں سے ستارے بیٹھ گئے

فائدے بھی بہت ہیں پر میرے
بخت میں کیوں خسارے بیٹھ گئے

بچ گئی جان حوصلے ہوئے ختم
جنگ میں ہم جو ہارے بیٹھ گئے

آپ کا تذکرہ جو ہو اعاصیؔ
با ادب ہو کے سارے بیٹھ گئے

وہ کہاں جائے جو بے خوف و خطر ہو میرا

وہ کہاں جائے جو بے خوف و خطر ہو میرا
واسطے اس کے اگر بند ہی گھر ہو میرا

بخت میں تخت و محلات رکھا آؤں گا
اب اگر شہرِ مقدر سے گزر ہو میرا

دوست فٹ پاتھ پہ میں لیٹ کے یہ سوچتا ہوں
چلو کچا ہی مگر کوئی تو گھر ہو میرا

مجھ سے مزدور کی دقت کو تبھی سمجھے گا
محنتیں تیری ہوں جب اور ثمر ہو میرا

غور سے دھیان نہیں دیتے مری باتوں پر
آپ کے لہجے میں پھر خاک اثر ہو میرا

اور اس شخص کو اب میں بھی ڈسوں گا عاصیؔ
اب وہی ہی شخص اگر بارِ دگر ہو میرا

دوستو جھوٹی کہانی کوئی گھڑ سکتا ہے

دوستو جھوٹی کہانی کوئی گھڑ سکتا ہے
اور پھر قتلِ غزل مجھ پہ بھی پڑ سکتا ہے

ذہن تبدیل نہ ہو پائے گا ان دروں سے
جبر کرنے سے مرا جسم اُدھڑ سکتا ہے

ولولہ جوش اگر ذہن پہ طاری ہو جائے
کوئی بزدل ہو بہادر سے بھی لڑ سکتا ہے

موت کے آنے سے کیا رُوح اکڑ جاتی ہے
رُوح بالکل نہیں پر جسم اکڑ سکتا ہے

تم پڑھے لکھے غلط بات پہ اَڑ جاتے ہو
کوئی جاہل ہی غلط بات پہ اَڑ سکتا ہے

اک تمنا ہے ترے دل کا مکیں ہو جاؤں

اک تمنا ہے ترے دل کا مکیں ہو جاؤں
میں جو بے کار سا پتھر ہوں نگیں ہو جاؤں

میں تو بے کار مکاں ہوں تو یہاں آئے گا
میں ترے واسطے گر خلدِ بریں ہو جاؤں

تو مرے سینے پہ یک دم سے قدم رکھ دینا
گور میں جاؤں گا جب اور زمیں ہو جاؤں

جو ترا دل کرے دے دینا سزائیں مجھ کو
ہاں کہے تو مجھے اور میں جو نہیں ہو جاؤں

تو یقیں کرتا نہیں میرا یہی دکھ ہے مجھے
اسی کوشش میں ہوں میں تیرا یقیں ہو جاؤں

ورنہ بدصورتی ہر طرف عیاں ہے میری
تو مجھے دیکھے تو میں خوب حسیں ہو جاؤں

اگر خطا ہو تو کہتی ہے صرف مستی ہے

اگر خطا ہو تو کہتی ہے صرف مستی ہے
مرے سکون پہ جب وہ نشانہ کستی ہے
درخت سبز رہیں تو مجھے حیات ملے
وگرنہ موت مرے وصل کو ترستی ہے
فلک کی آنکھ پہ رومالِ عشق رکھ دینا
فلک کی آنکھ سے بارش اگر برستی ہے
جو ایک آنسو سے بخشش تمام کرتا ہے
بلند و بالا و برتر رحیم ہستی ہے
شرابی فلسفی بیٹھے ہیں ساتھ ساتھ جہاں
انیس و غالب و اقبال کی جو بستی ہے

تمہارے واسطے لڑتا ہوں سب سے

تمہارے واسطے لڑتا ہوں سب سے
یہاں تک گر مقابل رب ہو رب سے
تماشا بھی تو اب کوئی دکھائے
تماشائی بنے بیٹھے ہوں کب سے
تمہارے چہرے پر ہم دیکھتے ہیں
اُداسی چھا گئی پر کس سبب سے
وہاں پر قیس ہیں اُستادِ صحرا
محبت سیکھ لو اہلِ عرب سے
حقیقت آپ کی کھل جائے گی دوست
اگر جانچوں تمہیں حسب و نسب سے
سوائے اس کے ساری باتیں مانیں
کہی تھی بات اس کو جو ادب سے

خلافت کی محبت جب دلوں میں جگمگاتی ہے

خلافت کی محبت جب دلوں میں جگمگاتی ہے
یہ دنیا اپنی نظروں سے انھیں جب بھی گراتی ہے
خلافت ایسے بندوں کو دوبارہ سے اٹھاتی ہے
خلافت کی اطاعت سے عمل سارے سنورتے ہیں
خلافت کی محبت جب دلوں میں جگمگاتی ہے
بھری دنیا کے ویرانے اچانک جھلملاتے ہیں
خلافت کی عنائت کی گھٹا جب ان پہ چھاتی ہے
ہم اپنے پیرومرشد کی دعائیں مانگ لیتے ہیں
ہمیں جب بھی کوئی مشکل، کوئی تکلیف آتی ہے
امام دورحاضر ہی سبھی کا رہنما ٹھہرے
اسی کی راہنمائی سے یہ دنیا راہ پاتی ہے
وہ دیپک ہے وہ جگنو ہے جسے ہم نے ہی پایا ہے
دعا اس کی اندھیرے میں دیا ہے اور باتی ہے
ہم عاصی پرخطا بندے، خلیفہ کے سپاہی ہیں
خلافت کی محبت جو ہمیں آگے بڑھاتی ہے

کہا ہے دشت نے ایسا جوان چاہتا ہوں

کہا ہے دشت نے ایسا جوان چاہتا ہوں
بہار لائے جو مجھ میں کسان چاہتا ہوں

جہاں سے گزروں مجھے پیار اور خلوصِ ملے
میں اس طرح کی زمانے میں شان چاہتا ہوں

نظر پڑے تو فلک میں شگاف کر جائے
نظر ہو تیر میں آنکھیں کمان چاہتا ہوں

میں جب اڑان بھروں کائنات کم پڑ جائے
بلند و بالا و برتر اڑان چاہتا ہوں

جہاں فقط میں رہوں اور کوئی ساتھ نہ ہو
میں اس کو چھوڑ کے اور اک جہان چاہتا ہوں

جہاں پہ سر کو چھپاؤں سکون سے عاصی
میں ایک کمرے کا چھوٹا مکان چاہتا ہوں

یہ روشنی قبول کر یہ خواب ہے اجل نہیں

یہ روشنی قبول کر یہ خواب ہے اجل نہیں
خوشی تو ہے مگر اے دوست نیند میں مچل نہیں
جو تیر دوستوں کی سمت سے تیری طرف بڑھے
تو کھا لے اپنے سینے پر سو زاویئے بدل نہیں
وہ تو چلا گیا مرا وصال چھوڑ کر
عذابِ ہجر تُو تو ساتھ دے تُو تُو ٹل نہیں
تو اب قریب آ یا دور جا مجھے نہیں ہے فکر
میں ایک عمر منتظر رہا پر آج کل نہیں
تمام بزدلی کے گھوڑے ذہن سے نکالے ہیں
یہاں جری ہی رہتے ہیں یہ کوئی اصطبل نہیں

خوب مارا جو لڑائی ہوئی اس کی میری

خوب مارا جو لڑائی ہوئی اس کی میری
دوست بندوق بھی اس کی ہی تھی گولی میری

اور کردار تراشے تو بڑا دکھ ہے مجھے
تو کہانی بھی اگر لکھتی تو لکھتی میری

ہر لڑائی میں میں دے دیتا مقابل کو شکست
تو جدا ہو کے بھی اے کاش جو رہتی میری

میں نے اس چیل کو گولی سے اُڑا دینا ہے
بھوکی تھی لے گئی جو ہاتھ سے روٹی میری

شاعری بیچ کے کرنی تھی غریبوں کی مدد
سب کی بکتی ہے یہاں کاش جو بکتی میری

آپ کا نام مرے دل پہ لکھا ہے عاصیؔ
آپ کے نام سے دھڑکن نہیں رُکتی میری

تنگ آ کر کبھی دامن میں چھپا لوں دنیا

تنگ آ کر کبھی دامن میں چھپا لوں دنیا
آخرت تیری مگر میں تو سنبھالوں دنیا

صاحبِ کن کی قسم میں تری چاہت میں کبھی
یوں نہ ہو کن فیکوں کہہ کے بنا لوں دنیا

کاش اب جلد ترا وصل مجھے جائز ہو
اس طرح ہو نہ تو میں سر پہ اُٹھا لوں دنیا

دھوکے بازوں کو ہی جب ساتھ بٹھانا ہے مجھے
کیوں نہ پہلو میں تجھے ساتھ بٹھا لوں دنیا

جس پہ عاشق ہو تو دیتی ہے بہت دھن اس کو
میں بھی اوروں کی طرح تجھ سے شفا لوں دنیا

میں تری چاہ میں اس درجہ مگن ہوں عاصیؔ
جو مخالف ہو ترے اس کو چبا لوں دنیا

ہجر کی تار کٹے اور وصال آجائے

ہجر کی تار کٹے اور وصال آ جائے
پھر تو چہرے پہ مرے خوب جمال آ جائے
ہستیِ کون و مکاں کون سنبھالے گا اگر
زکر معشوق سے عاشق کو جو حال آ جائے
دوست اس وقت ہی کھلتا ہے کہ کیا ہے تری ذات
جب بھی لہجے میں ترے خوب اُبال آ جائے
سب خیالات مرے ذہن سے چھٹ جاتے ہیں
دوست جب جب بھی مجھے تیرا خیال آ جائے
ردِ الحاد پہ ہو میری دلیلِ آخر
عین اس وقت پہ اک اور سوال آ جائے
جس قدر مجھ کو ملی تجھ سے اذیت عاصی
آسمانوں سے کوئی تجھ پہ وبال آ جائے

دشمن نظر میں آئے تو منہ زور وار کر

دشمن نظر میں آئے تو منہ زور وار کر
جائے جو جنگ میں تو زرہ کو اُتار کر
غیظ و غضب ہو اتنا لرز جائیں سب عدو
دس گردنوں کو کاٹ کے تو اک شمار کر
میں بھی چلوں گا جانبِ افلاک اور پھر
آئی آواز عشق کے دریا کو پار کر
پا لے گا ایک وقت وہ دورِ قبولیت
مسجد میں جا رہا ہے جو جوتے اُتار کر
اک روز رو رہا تھا کوئی جنگ جیت کے
اور آج ہنس رہا ہے کوئی جنگ ہار کر

اس نے کس طور صفائی سے ہے ٹالا مجھ کو

اس نے کس طور صفائی سے ہے ٹالا مجھ کو
ہجرِ لیلیٰ کا دیا اس نے حوالہ مجھ کو

نیں پریشان تھا سو لیٹ گیا بستر پر
پھر تری یاد نے ہر دکھ سے نکالا مجھ کو

اب ترے ہجر کے لمحات میں ڈرتا نہیں ہوں
خوف کے راستے سے میں نے نکالا مجھ کو

ساکھ کا خوف نہ ہو تو ہی اچھالو کیونکہ
بچپنے میں مری ماں نے بھی اچھالا مجھ کو

بے وفا اس نے بنایا مجھے اک عرصے میں
رنگ بھدا تھا یہ پر اس میں ہی ڈھالا مجھ کو

میں بھٹکتے ہوئے جب بھی بچا ہوں عاصیؔ
دوست اس شخص نے ہر بار سنبھالا مجھ کو

قبر کے راستے سے جانبِ افلاک آیا

قبر کے راستے سے جانبِ افلاک آیا
عاجزی دنیا میں تھی اور وہاں بے باک آیا
شامت آئے گی تری پیار میں ڈسنے والا
اس کی آنکھوں سے اگر چشمہِ غمناک آیا
روشنی ختم کسی آنکھ کی ہو جائے گی
جس کی آنکھوں میں اگر موجہِ خاشاک آیا
میری خوراک ہے دل اس کو میں دوں گا دولت
مجھ نکمے کو بھی دینے کو جو خوراک آیا
اس سے بھی پیار سے ہی ہوں گا مخاطب عاصیؔ
مرے رستے میں اگر کوئی بھی سفاک آیا

لے کے آجاؤں گا محنت سے ثمر میں ایک روز

لے کے آجاؤں گا محنت سے ثمر میں ایک روز
چیلنج کر دوں گا زمن کو یہ خبر میں اک روز
اپنی محنت سے زمانے میں میں ہوں گا مقبول
اب مجھے مانو یا نہ مانو مگر میں اک روز
کیا کرو گے اے بڑی پگڑی عمامے والے
تجھ سے بھی بڑھ کے ملا تجھ کو اگر میں آج روز
سر کو پٹخنا تھا مگر ذہنی دباؤ ہے ابھی
سر پٹخ دوں نہ وہیں بارِ دگر میں اک روز
دور رہ پھل سے مرے کیا خوب ہوا احساس اگر
لُوٹ لے جاؤں اگر تیرا ثمر میں اک روز

کام کے پیچھے پڑو کام تبھی ہوتا ہے

کام کے پیچھے پڑو کام تبھی ہوتا ہے
ورنہ بے کار تو دنیا میں بڑی جنتا ہے
چھوٹی سی بات پہ ہی کاٹ دیا کرتے ہیں
واقعی دنیا کی بستی میں کہیں ایسا ہے
نقش کھینچوں گا تو وہ حسن بمثلِ سورج
چاند کو مات ہی دے دے گا سنو اتنا ہے
تم جو کہتے ہو لڑوں گا بڑے طاغوت سے میں
طاقتِ دنیا ترے پاس ہے کیا پیسہ ہے
یہ تسلسل سے بہاتی ہے غمِ ہجرِ بلا
یہ مری آنکھ نہیں ہے یہ کوئی دریا ہے
کربلا برپا ہو کٹ جائے محبت عاصیؔ
کربلا جیسے تھی دل آج مرا تشنہ ہے

دشت کو چھوڑ کے آیا ہی نہیں گھر جانا

دشت کو چھوڑ کے آیا ہی نہیں گھر جانا
گھر کو جانے سے تو بہتر ہے مرا مر جانا
دوست ممکن ہے ترے دل میں تجھے مل جائے
تو خدا دیکھنا چاہو تو وہاں پر جانا
کسی کی بیٹی پہ بدنظری نہیں کی ہم نے
عزتیں دی انہیں اور اپنی ہی دختر جانا
یہ بہت قیمتی شے تھی یہ کھلا بعد از ہجر
پہلے تو دل کو مگر ہلکا سا پتھر جانا
ہم کو احانی نے بتلایا غلط ہے یہ کام
اپنے ماں باپ سے پہلے ہی ہمیں مر جانا
اب ترستا ہے مری دید کو عاصیؔ وہ شخص
عمر بھر جس نے نظر کو مری خنجر جانا

کیا سناؤں تمھیں نئی آواز

کیا سناؤں تمھیں نئی آواز
شاعری میں رچی ہوئی آواز
آرہی ہے فلک کی جانب سے
میرے بندے میں ہوں تری آواز
اے مرے طالبِ شنید و گفت
کیا سنو گے دبی ہوئی آواز
میں سنوں اگر چلی آئے
آسماں سے دبی دبی آواز
بول میرے ہیں سارے آفاقی
اور آواز دائمی آواز

چلا جو خواب نگر راستہ بھی ٹھیک نہ تھا

چلا جو خواب نگر راستہ بھی ٹھیک نہ تھا
اکیلا لڑتا رہا ساتھ میں فریق نہ تھا
تو بے حیائی کی جانب رواں ہوا لیکن
شریف لوگوں کا یہ تو کوئی طریق نہ تھا
وہ میرے ساتھ بہت خوش رہا بڑا عرصہ
یہ دور وہ تھا جب اس کا کوئی شریک نہ تھا
تمام عمر رہے ساتھ اب یہ عقدہ کھلا
تو میرے ساتھ رہا پر مرا رفیق نہ تھا
جہاں کے در سے میں پلٹا خدا کے در کی طرف
یہ عزتوں کا سفر تھا یہ راہِ بھیک نہ تھا
بوقت عصر مجھے چھوڑتا تھا وہ عاصؔی
وہ چھوڑ ہی دے مجھے اتنا بھی شفیق نہ تھا

مزاج سخت نہیں نرم گیر ہے میرا

مزاج سخت نہیں نرم گیر ہے میرا
بچا بچا کے رکھا سو ضمیر ہے میرا
جو مشکلات میں کوئی دیکھے بچاتا ہوں
شفیق رُوح کے جیسا خمیر ہے میرا
یہاں کے لوگوں کو میں پیر مانتا ہی نہیں
مدینہ میں جو ہے مدفن وہ پیر ہے میرا
روؤں زیادہ تو سارا جہان بہہ جائے
فلک سے بہتا ہے جو ایک نیر ہے میرا
سو میرا پیار ہی تیرے لئے ضروری ہے اب
تمہارے دل میں لگا ہے وہ تیر ہے میرا
تمہارے پاس ہے شمر و یزید کی بیعت
یہ میرا بخت ہے دیکھو غدیر ہے میرا

دشت کی وادی میں مجنوں کی جبیں دیکھتا ہوں

دشت کی وادی میں مجنوں کی جبیں دیکھتا ہوں
ایسا لگتا ہے مجھے مہنگا نگیں دیکھتا ہوں

سو ضرورت ہو جسے کردوں عطا رب کے سبب
سو مکاں کو نہیں یوں ہے میں مکیں دیکھتا ہوں

داغ ماتھے پہ لگا تھا نہ کہ آئینے میں
شرمساری سے میں اب خود کو نہیں دیکھتا ہوں

میں مقلد ہوں ترا ٹھیک غلط جو بھی ہو
تو جہاں دیکھتا ہے میں بھی وہیں دیکھتا ہوں

کون ہے تیرے سوا خود ہی بتاؤ مجھ کو
میں بجز تیرے زمانے میں کہیں دیکھتا ہوں؟

میں اُڑان ایسی بھروں گا کہ پہنچ جاؤں گا
آسمانوں کو تبھی اپنے تئیں دیکھتا ہوں

اے مرے خواب رساں خوب عنایت ہم پر

اے مرے خواب رساں خوب عنایت ہم پر
پھینک افلاک سے کچھ اور محبت ہم پر
دورِ غربت میں کراہت ہے اور اس سے پہلے
ٹوٹ کے کرتے تھے سب لوگ ہی شفقت ہم پر
ہار جائیں گے اگر آئیں مقابل میرے
کون کرسکتا ہے میدان میں قدرت ہم پر
رونقِ ہجر بپا ہے مرے دل کے اندر
اس وسیلے سے ہے طاری ہوئی خلوت ہم پر
اب وہی اور اندھیرے میں ہمیں پھینکتا ہے
پھینک دیتا تھا اندھیروں میں جو جلوت ہم پر
ہم قدر کر نہ سکے اس کی سو اب پیٹتے ہیں
جب اتاری تھی خدا پاک نے رحمت ہم پر

جو تجلی میرے سینے میں نہاں ہے آئے

جو تجلی میرے سینے میں نہاں ہے آئے
ہم بجھائیں گے نہیں اس کو اماں ہے ائے
اک تخیل جو میرے ذہن میں اتا ہی نہیں
ڈھونڈ کر لاؤ مرا دوست جہاں ہے آئے
فائدہ پھر مجھے کیا ہوگا ملاقات کا خواب
فائدہ اب ہے کہ ملنے کو جہاں ہے آئے
فائدہ کیا ہو ملاقات کا اے دوست کہ تو
ہاتھ میں میرے اگر سارا زماں ہو آئے
رافتگاں دور میں تو ٹھیک مگر کہہ دو اسے
اج تو دل میں مرے آہ و فغاں ہے آئے

سبز باغیچہ بھی اب دشتِ بلا ہے مجھ کو

سبز باغیچہ بھی اب دشتِ بلا ہے مجھ کو
قیس کو جیسا لگا تیر لگا ہے مجھ کو
میں فضاؤں بڑی دیر رہا پر بے سود
خاک میں ڈوبا تو افلاک ملا ہے مجھ کو
میں تو ہر وقت ہی خوش باش رہا کرتا ہوں
اس وجہ سے کہ تری خاص دعا ہے مجھ کو
میں جو چھپتا ہوں تو پردہ نہیں ملتا ہے مجھے
شاید ایسا ہے کوئی ڈھونڈ رہا ہے مجھ کو
ایک آرا مرے احساس کو ہی کاٹتا ہے
یہ وہی دکھ جو محبت کے سوا ہے مجھ کو
دوست غم اور خوشی یہ ہے بیماری میں مجھے
وہ رکا تو نہیں بس دیکھ گیا ہے مجھ کو

یہ مرے علم میں تھا ہی نہیں کب کھول دیئے

یہ مرے علم میں تھا ہی نہیں کب کھول دیئے
آپ نے میرے لیے بابِ ادب کھول دی

میں نے جس دوست کو ہر راز دیا تھا اپنا
جب وہ ناراض ہوا مجھ سے تو سب کھول دیے

ذہن کو سوچنے کی سمت چلا تھا لے کر
میرے رب نے وہ بھی سبھی راہ عجب کھول دیے

ایک عرصے سے رہا تھا میں جہاں کا وارث
ایک عرصے سے جو کم ذات مجھے کہتے ہیں

ان کے جو میں نے اگر نام و نسب کھول دیے
خود پہ یوں رحم کیا ہے کہ خرد کے در و بام

اپنی تحریر تغزل کے سبب کھول دیئے

اورغربت میں فقط بھوک ہی سیکھی ہم نے

اورغربت میں فقط بھوک ہی سیکھی ہم نے
اورکتابیں تھی جو بستوں سے ہی پھینکی ہم نے
دوست الزام نہیں مجھ پہ لگا مخلص ہوں
تیری تعریف کے دوراں نہ زباں سی ہم نے
ہم نے بس صاف صفائی ہی زمانے کو دی
تیری بد گوئی کبھی بھی تو نہیں کی ہم نے
راز کی بات زمانے کو پتا کیسے چلی
راز کی بات فقط آپ سے کی تھی ہم نے
عاجزی تھامی اگر اس کے مقابل آئے
سامنے اس کے زباں کی نہیں تیکھی ہم نے
آپ کی باتوں سے جو ہم کو ملی مدہوشی
آپ کے حسنِ تکلم سے بہت پی ہم نے

ہو گئی رسمِ ازاداریِ شہید ادا

ہو گئی رسمِ ازاداریِ شہید ادا
سو شمر کر مری گردن پہ بھی شمشیر ادا
علی اصغر میں تمہیں یاد بہت کرتا ہوں
اپنی گردن پہ ہی کر دوں گا کوئی تیر ادا
پیار کر کے جو بڑا جرم کیا ہے میں نے
اے مرے دوستو مجھ پر کرو تعزیر ادا
اے مرے دوست مری آنکھ سے اوجھل ہو جاؤ
آپ کی ہو گئی محفل میں جو تقریر ادا
رات بھر دیکھتے ہیں حسنِ زلیخا عاصی
چپکے سے کر لی تھی اک روز جو تصویر ادا

ذہن میں اک تلوار بنا

ذہن میں اک تلوار بنا
پھر ماحولِ وار بنا
ذہن میں نرمی پیدا کر
پھر دشمن سے پیار بنا
خاک اچھالی تب جا کے
میرا کچھ معیار بنا
الزامات سے باز آ جا
تو اپنا کردار بنا
جنگ لڑی تھی پہلے اور
پھر میں بھی سالار بنا
پہلے جلا میں بھٹی میں
پھر میں گلے کا ہار بنا
ساتھ ہو تیرے ہر لمحے
کوئی ایسا یار بنا
عشق جبلتِ انساں تھی
بعد میں جا کے وار بنا

سرد چھاؤں ہو تو چھاؤں سے میں بچ سکتا ہوں

سرد چھاؤں ہو تو چھاؤں سے میں بچ سکتا ہوں
دھوپ میں ایسی خطاؤں سے میں بچ سکتا
خاک ہو جائے گا بن تیرے مرا خوابِ بہار
ہو ترا ساتھ خزاؤں سے میں بچ سکتا ہوں
مجھ سے بیمار کو سینے سے لگا لے جلدی
دوست پھر موزی دواؤں سے میں بچ سکتا ہوں
آندھیوں میں جو ترا ساتھ میسر ہو جائے
اس طرح تند ہواؤں سے میں بچ سکتا ہوں
پہلے معلوم نہ تھا اس لیے غرقاب ہوا
یوں ہے اب تیری جفاؤں سے میں بچ سکتا ہوں
خود میں اک پیڑ لگایا ہے انا کا عاصی
سو زمانے کی اناؤں سے میں بچ سکتا ہوں

نہیں گھبراتا میں کوئی بھی سفر آ جائے

نہیں گھبراتا میں کوئی بھی سفر آ جائے
عالمِ روح بھی جو بارِ دگر آ جائے

جا کے ہو جاؤں گا میں اس کا مرید اس نے بار
دشت میں کاش مجھے قیس نظر آ جائے

وہ جو نکلا ہے مرے ذہن کے دروازے سے
اس سے کہہ دو کہ بہت ہو گیا گھر آ جائے

خوشیاں لوٹ آئیں گی آنے سے دوبارہ تیرے
لوٹ آئی ہے تُو کچھ ایسی خبر آ جائے

تیری اک دید میں تاثیر چھپی ہے اتنی
سوکھے پیڑوں پہ بھی سرسبز ثمر آ جائے

استخارے پہ بھی انکار نہ کر دے مجھ کو
استخارے میں بھی اقرار اگر آ جائے

خاک میں تیرا حسن مل جائے

خاک میں تیرا حسن مل جائے
تیرے رخسار سے جو تِل جائے
میری تقدیر آپ جیسی ہو گر
دولتِ عشق مجھ کو مل جائے
آپ انگڑائی لیں خزاؤں میں
چہرۂ کائنات کِھل جائے
یوں محبت سے دیکھنا اس کو
پتھروں کا جگر بھی ہِل جائے
زندگی کا سکون حاصل ہو
زخمِ ہجراں مرا جو سِل جائے

وہ رو رہا ہوں وفادارئ تعلق پر

وہ رو رہا ہوں وفادارئِ تعلق پر
جو کہہ رہا تھا جہاں ہارِیے تعلق پر
میں قبضہ گیر ہوں بے شک تجھے میں ماروں گا
ملے جہاں بھی تو انکارئِ تعلق پر
وہ لپٹا مجھ سے بمثلِ غلام جب میں نے
لگائی آگ جو بیزارئِ تعلق پر
وفا شعار ہے رب کی قسم اگر وہ شخص
خفا نہیں ترے پندارئِ تعلق پر
اگر غلط ہیں کہیں اور تو اجازت ہے
کہ آپ آئیں مجھے مارِیے تعلق پر
وہ ہنس رہا تھا مری شکل دیکھ کر عاصی
میں رو رہا ہوں جو بیمارئِ تعلق پر

طشتری میں پیش کر بارِ دیگر

طشتری میں پیش کر بارِ دیگر
کاٹ ڈالوں تیرا سر بار دیگر
تم لکھو گے دشت کا قصہ مگر
جو لکھو تو مختصر بار دیگر
پیار پر پھر غلبہ میرا رہ گیا
آ گیا تھا مال و زر بارِ دگر؟
اب زمیں پر ہو گیا جینا محال
چل چلیں افلاک پر بارِ دگر
میں انائیں خاک کر دوں گا اگر
جب بلائیں بام و در بارِ دگر
اب ادھر مسکن رہے گا عمر بھر
آ گیا مجنوں نگر بارِ دگر

بے وفا لوگ خردمندِ جہاں ہوتے ہیں

بے وفا لوگ خردمندِ جہاں ہوتے ہیں
با وفا لوگ خردمند کہاں ہوتے ہیں

تم چھپاتے ہو مگر چھپتے نہیں ہیں ہم سے
رمزیے ہم پہ بہت خوب عیاں ہوتے ہیں

جو خدا کے سوا جھک جاتے ہیں درباروں پر
دوست اندر سے یہ سب اہلِ بتاں ہوتے ہیں

مفلسی بھیج دیا کرتی ہے مزدوری پر
مفلسی دیکھ کہ جو لوگ جواں ہوتے ہیں

دوست کہتے ہیں ہمیں آپ ہیں عجمی عاصیؔ
ورنہ شاعر تو مگر اہلِ زباں ہوتے ہیں

قابلِ رشک ہے ترا لہجہ

قابلِ رشک ہے ترا لہجہ
جام میں پیار سے بھرا لہجہ
ہم میں آیا ہے تیرا کوئی
دیکھ اپنا نیا نیا لہجہ
جانے کیوں عشق میں ترا ہم سے
کس قدر تلخ ہو گیا لہجہ
ترک ہو جائے خامشی دل کی
کاش بدلے تری صدا لہجہ
ہم پہ قربان ہو رہے ہوں آپ
ہم سے یوں ہی رہے سدا لہجہ

اڑائی ذہن کے پنجرے سے اب ہما میں نے

اڑائی ذہن کے پنجرے سے اب ہما میں نے
قبول کر لیا پندار عشق کا میں نے
تمہارے لہجے کو اب دیکھ کر یہ سوچتا ہوں
تمہارے ساتھ کیا عشق کی خطا میں نے
وہ دیں فروش بڑی دیر میں کھلا جس سے
عقیدتوں میں بہت کی تھی انتہا میں نے
دروسِ پیار سناؤں گا ساری دنیا کو
سو خاندان سے کر دی ہے ابتدا میں نے
تو دولتیں مری بڑھتی گئی جہانوں کی
کِیا جو مفلس و نادار کو عطا میں نے
اے کاش کرتا نہ میں یہ خطا تو بہتر تھا
کیا تھا قیس سے لیلیٰ کو جو جدا میں نے

کرنا ہے عیاں اس کو گماں میں نہیں رکھنا

کرنا ہے عیاں اس کو گماں میں نہیں رکھنا
اے دوست نصیحت ہے فغاں کرنا مگر تو
دکھ درد کبھی آہ و فغاں میں نہیں رکھنا
اب عشق کے قابل تُو اگر ہو بھی گیا تَو
اب تجھ کو محبت کے مکاں میں نہیں رکھنا
جس نے بھی زمانے میں مجھے خوار کیا ہے
اس اس کو کسی اچھے گماں میں نہیں رکھنا
تم نے جو مجھے دھوکا دیا یاد رکھو تم
اس راز کو اب رازِ نہاں میں نہیں رکھنا
نادیدہ مناظر رہیں نادیدہ تو بہتر
نادیدہ مناظرہ کو عیاں میں نہیں رکھنا

کچھ سکونِ قلَب و روح ستم سے اپنے

کچھ سکونِ قلَب و روح ستم سے اپنے
لڑکھڑاتے ہوئے کہتا ہوں قدم سے اپنے
ہجر کا غم بھی ترا غم نہیں میرا غم ہے
نکل آؤں گا کسی روز تو غم سے اپنے
مال میں برکتیں کردار میں دم آئے گا
نکل آئے تو اگر ناز و نعم سے اپنے
ہم حسین ابن علی والے ہیں سو دھوپ میں بھی
پا ہی لیتے ہیں حسیں سائے علم سے اپنے
کام اتے ہی نہیں ہیں وہ ہمارے لیکن
کام لیتے ہیں سبھی لوگ ہی ہم سے اپنے
اب عرب والے بلائیں گے وطن میں واپس
قافلے سارے ہی اب ملکِ عجم سے اپنے

رونقیں ختم نہ ہوں دل کے عزا خانے میں

رونقیں ختم نہ ہوں دل کے عزا خانے میں
وصل ہی چلتا رہے میرے جسم خانے میں
نہ لچک آتی ہے مجھ میں نہ ہی میں ٹوٹتا ہوں
کاش آ جائے لچک بپھرے انا خانے میں
جانے کیوں شاہ بھی عالی ہے مجھے بھیجتا ہے
مال و دولت تو ہیں موجود عطا خانے میں
سوہنی لیلیٰ مہیوال کو دیکھے جانا
تو اگر جائے کسی روز وفا خانے میں
میں تو حیران ہوا دیکھ کے عشاق اپنے
میں جو غلطی سے چلا آیا جفا خانے میں

ایک آواز لگائی میں نے

ایک آواز لگائی میں نے
صرف بہروں کو سنائی میں نے
یہ عجز کا وسیلہ ہے دوست
ہر جگہ جیت ہی پائی میں نے
اپنی اوقات کو پہچاننے کیلئے
خاک سے خاک اُٹھائی میں نے
جب پریشان ہوا کانوں کو
تیری آواز سنائی میں نے
آپ نے مجھ کو بنایا قیدی
آپ کو دے دی رہائی میں نے
زخمی پنچھی نے بھری تھی جب اڑان
دی اسے خوب دہائی میں نے

درد کو سینچتا ارمان کبھی دیکھا ہے

درد کو سینچتا ارمان کبھی دیکھا ہے
کوئی خوش بختی کا امکان کبھی دیکھا ہے
تو نے سانسوں کی اذیت کو ہے محسوس کیا
تو نے اس دل کو پریشان کبھی دیکھا ہے
روپ بہروپ کیے پھرتا ہے بازاروں میں
دل کی مسجد میں نہ شیطان کبھی دیکھا ہے
کس لیے موت کی کرتا ہے دعا سجدوں میں
اتنا بے بس نہیں انسان کبھی دیکھا ہے
دل کی ویرانیاں دیکھی ہیں سہی ہیں میں نے
دشت و صحرا کہاں ویران کبھی دیکھا ہے
زخم لہجے کے تروتازہ پڑے ہیں اس میں
یاد کا کھول کے سامان کبھی دیکھا ہے
اب تو تنکے کا سہارا ہے غنیمت عاصی
ایسا کمزور بھی ایمان کبھی دیکھا ہے

تشنہ لب ہو گیا ہے دریا بھی

تشنہ لب ہو گیا ہے دریا بھی
دور ایسا ہے سرد صحرا بھی

ذلتیں تو بہت ہیں پر ہوتا
میری قسمت میں کاش پیسہ بھی

میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں
کون کہتا ہے ہو گا ایسا بھی

مخلصی میں کبھی نہ چھوڑوں گا
تم کرو ساتھ میرے جیسا بھی

فقر آیا تو اب مرے آگے
بولتا ہے اب ایسا ویسا بھی

داغ مت ڈالنا اس چادر پر

داغ مت ڈالنا اس چادر پر
جو کہ پہنائی ہے تیرے سر پر
پھوٹ سکتیں ہیں وہاں سے نہریں
ضرب مارے تو اگر پتھر پر
تیرے پرکھے تھے بڑے عزت دار
خاک مت ڈالنا اپنے در پر
میں سڑک ہوں اور سوچتا ہوں
میں رہوں کاش کہ اپنے گھر پر
پھر تجھے خوب سکوں آئے گا
رد لکھوں گا جو میں تیرے شر پر
سرخ بادل جو ہیں سر پر میرے
میں بھی منڈلایا جو ان کے سر پر

میں نے جو دشت کو ہی در جانا

میں نے جو دشت کو ہی در جانا
بھولتا جا رہا ہوں گھر جانا

یہ محبت ہے اصل باعثِ مرگ
سو ضروری ہے اس میں مر جانا

عشق میں کر دیا تباہ تمام
کیا بھرے گا تو اس کا ہرجانا

لیلیٰ لیلیٰ ہے اس کی مان مگر
پر جنوں کو بھی لیلیٰ کر جانا؟

یہ طریقہ ترا پسند نہیں
راستے میں گلاب دَھر جانا

جو ادا کرتا ہوں اے دوست مرے سانسوں میں

جو ادا کرتا ہوں اے دوست مرے سانسوں میں
دیکھتا ہوں میں شب و روز تجھے خوابوں میں
میں ترے ساتھ رہوں ساتھ ہمیشہ کے لئے
منجمد ہو گیا یہ خواب مری آنکھوں میں
یہ جو اُٹھی تو ہوئی جسم میں کچھ سرشاری
کوئی تو راز چھپایا گیا ہے پلکوں میں
جو تعلق ہے مرا تجھ سے بتا دو سب کو
راز تو سب پہ عیاں واسطے سب رازوں میں
یہ حقیقت ہے مری جان یقیں کر میرا
میں جو کہتا ہوں مروں گا میں تری بانہوں میں
علم والا تو نہیں صاحبِ وجدان ہوں میں
قیمتی کچھ بھی نہیں ہے مری باتوں میں

آؤ مل جل کے زمانے میں محبت بانٹیں

آؤ مل جل کے زمانے میں محبت بانٹیں
فائدہ کچھ نہیں ہم لوگ جو نفرت بانٹیں

پہلے تو کہ پرچار کریں پیار کا اور
جو کہیں پیار ہے مشکل تو مروت بانٹیں

لوگوں کے دل میں جسے پڑھ کے ہو پیدا احساس
ڈھونڈ کر دنیا کی بستی میں کوئی خط بانٹیں

کب شعور آئے گا اس قوم کو تب ہی ہو گا
کچھ شعور آئے تو اس قوم میں جدت بانٹیں

ان کا احساس تو کر اور خدا سب کا کرے
پھر محبت ہی نہیں صرف مودت بانٹیں

جس میں ہو صرف محبت ہی محبت عاصیؔ
ہم کو توفیق ہو لوگوں میں یہ فطرت بانٹیں

میرے حصے میں خسارے آئے

میرے حصے میں خسارے آئے
جو زمانے کے تھے سارے آئے
ہم کو افلاک بھی دھتکار نہ دے
ہم اگر خاک سے ہارے آئے
میرے حصے میں غلامی آئی
اس کے حصے میں اجارے آئے
جو سزا دو گے ہمیں ہو گی قبول
ہم جو میدان سے ہارے آئے
جب گیا میں چمنستانِ خرد
آنکھ میں خوب نظارے آئے

کاش مل جائے مرے دوست سہارا کوئی

کاش مل جائے مرے دوست سہارا کوئی
ڈوبتے وقت ضرورت ہے کنارہ کوئی
لوٹ آیا ہوں میں ویرانے میں کیونکہ مجھ کو
ایک آواز سنائی دی پکارا کوئی
سرخرو ہو کے میں آیا ہوں بڑے فخر کے ساتھ
جیتنا میرا مقدر تھا سو ہارا کوئی
چھوڑتا ہے تو وہ بے جان سا کر دیتا ہے
جو رہے ساتھ کئی سال تمہارا کوئی
پیار کو چھوڑ کہ شادی بھی سجا لی کہیں اور
میں چلا اور طرف، راہ سنوارا کوئی
اور بے چین کو میں چین عطا کر دوں گا
جو نظر آئے کہیں عشق کا مارا کوئی

ذہن فطرت کے سبھی وہم وگماں دیکھیں گے

ذہن فطرت کے سبھی وہم وگماں دیکھیں گے
مستیِ قوتِ پندار زماں دیکھیں گے
دستکیں دے تو رہے ہیں جو خرد پر ہم لوگ
آنکھ کھل جائے گی جب سارا جہاں دیکھیں گے
آپ موجود ہیں تو آپ ہی کو دیکھتے ہیں
آپ موجود نہ ہوں لوگ کہاں دیکھیں گے
ہم کو تو شوق ہے تو ہم سے بچھڑ جائے تو پھر
اپنے سینے میں لگی آہ و فغاں دیکھیں گے
وعدہ پختہ ہے ترے ساتھ مرے خواب سکوں
اب تری ذات کو ہم صورتِ جاں دیکھیں گے
جو کبھی ہو گئی دنیائیں اگر لاوارث
ہم جہاں دیکھیں گے تو لوگ وہاں دیکھیں گے

جو محبت کا امیں ہو جائے

جو محبت کا امیں ہو جائے
دنیا کا روحِ مبیں ہو جائے
عشق جو زیرِ فلک ہو نہ سکا
کاش وہ زیرِ زمیں ہو جائے
مجھ کو پرواہ نہیں ہے میری
کوئی بھی بات کہیں ہو جائے
یہ جو ویران ہیں لوگوں کے دل
محفلِ جام یہیں ہو جائے
خاک کے گھر ہے اسے ثانوی شے
جو کسی دل کا مکیں ہو جائے
عام پتھر کو بھی چھو لوں میں اگر
وہ بھی پھر عمدہ نگیں ہو جائے
اس کو دیکھوں گا میں شب بھر عاصیؔ
چاند جو تیری جبیں ہو جائے

مجھے بچانے فلک سے ترا جمال آ جائے

مجھے بچانے فلک سے ترا جمال آ جائے
خدائے عشق زمانے پہ جو وبال آ جائے

نبھاؤ ساتھ مرا کے مجھے عروج ملے
وگرنہ ذات پہ میری بڑا زوال آ جائے

خیال اوجِ ثریا کی سمت اُڑان بھری
سرک سرک جو تخیل میں احتمال آ جائے

عیاں ارسطو کے جیسے عیاں کروں گا اسے
مرے دماغ میں جس روز جو سوال آ جائے

کوئی بھی قافلہ سالار ہار جائے اگر
جو اس پہ اس کی ہی فوجوں کو اشتعال آ جائے

اشک آبِ عجب

اشک آبِ عجب
ہیں لعابِ عجب
خواہشِ وصل بھی
ہے نصابِ عجب
شخص ہو باوفا؟
چھوڑ خوابِ عجب
چہرہِ عشقیہ
ماہ آبِ عجب
رُوبرو ہے مرے
آفتابِ عجب
آپ میرے لیے
ہیں سحابِ عجب
یہ جہانِ خرد
ہے عذابِ عجب

چاہیئے ہم کو انہیں خوب نمسکار کریں

چاہیئے ہم کو انہیں خوب نمسکار کریں
لوگ جتنے بھی بزرگوں کو سڑک پار کریں
بخدا آپ مری رُوح کے مالک تو ہیں
خوش کریں اور مری رُوح کو سرشار کریں
خاندانوں میں لڑائی کی چلی ہے جو رسم
یوں کریں آپ کہ اب صحن میں دیوار کریں
میں نے پیغامِ محبت انہیں دے رکھا ہے
میں انہیں جان بھی دے دوں جو وہ اقرار کریں
قیس فرہاد سے پوچھے تو وہ ہاں کر ڈالے
اُسے اس قافلہ عشق کا سارار کریں

پہاڑ دشت جہانِ خراب شامل ہیں

پہاڑ دشت جہانِ خراب شامل ہیں
مرے نصیب میں یہ سب عذاب شامل ہیں
زمیں آج جو بنجر ہوئی پڑی ہے اسے
تباہ کرنے میں بھی سب نواب شامل ہیں
مرے جہاں کو سبھی رونقیں مٹانے میں
چمک رہے ہیں جو سب آفتاب شامل ہیں
جہانِ اصل کی سب رونقیں مٹانے میں
مرا وجود جہانِ خراب شامل ہیں
کسی بھی دشت میں جاؤ وہاں کے ذروں میں
سوالِ عشق کے سارے جواب شامل ہیں

شایداڑانِ وصل بنے گی عذابِ ہجر

شاید اڑانِ وصل بنے گی عذابِ ہجر
لیکن نہ چاہیئے ہے ہمیں تو گلابِ ہجر

ہم کوعذابِ وصل کی چاہت ہےاورآپ
کہتے ہیں کہ ملے گا تمہیں تو ثوابِ ہجر

گرمائشِ خزاں سے تو ہو جائے گا تباہ
چمکے گا جس علاقے میں بھی آفتابِ ہجر

جوانقلاب وصل ہے یہ انقلابِ وصل
لائے گا ایک روز یہاں انقلابِ ہجر

چاہت ہے یہ رہے مرے سر پر مدام دوست
آیا بہت پسند مجھے ماہ تابِ ہجر

آج مصروف ہوں میں دفتر میں

آج مصروف ہوں میں دفتر میں
دیر سے لوٹوں گا تیرے گھر میں
جو پر میں نہ نظر آئیں تجھے
رحمتیں دیکھنا تو دختر میں
کنبے کو چھوڑنا اس رہبر کے
کوئی خامی جو ملے رہبر میں
جو ترے بھائی بنیں تیرے عدو
ایک دیوار اُٹھانا گھر میں
ایک قطرہ بھی مسلسل جو بہے
چھید کر دیتا ہے وہ پتھر میں

تو باغ کا ہے یا پھر خاکِ دشت کا ہے تو

تو باغ کا ہے یا پھر خاکِ دشت کا ہے تو
یا قیس و ہیر کی اُترن یا بددعا ہے تو
وگرنہ مجھ کو تو یک لخت چھوڑ دے کوئی
کراماتاً ہی مرا ساتھ دے رہا ہے تو
تمہیں لکھا ہے مری قسمتوں کے کاغذ پر
خدائے پاک کی پرحسن سی عطا ہے تو
رفیقِ زندگی سو کاٹتے رہیں گے پر
بشکلِ عشق و محبت مگر بلا ہے تو
پڑے ہیں چین ہمیں سامنے جو تو آئے
ہمارے واسطے تسکین کی دعا ہے تو

یوں ہمیں خوشگواریت دینا

یوں ہمیں خوشگواریت دینا
عشق ہر طور تم برت دینا
تو دھڑکتا ہے میرے سینے میں
تو کبھی مجھ کو دھوکا مت دینا
وہ تخیل کو میرے پڑھ لے گا
تم اُسے جا کے صرف خط دینا
اب بڑھاپے میں ہی سدھر جاؤ
چھوڑ دو اُلٹی سیدھی مت دینا
یہ وطیرہ نہ جانے ہو کب ختم
خاندانی مخالفت دینا
میں رہوں گا تمہارے ساتھ مدام
کچھ نہیں مجھ کو صرف چھت دینا
کیسا معصوم طور ہے عاصیؔ
لکھ کے کاغذ پہ معذرت دینا

سخن آرائی مسلسل تری پروان رہے

سخن آرائی مسلسل تری پروان رہے
دائم آباد ترا غنچۂ دیوان رہے
کیفیت ایسی ملے تیری طرف سے مجھ کو
سامنے آؤں مگر مجھ سے تو انجان رہے
وہ بھی بربادی سے بچ پائے یہ ممکن نہیں گر
عشق کے سایۂ وحشت میں گلستان رہے
حسن ہو سامنے پر مجھ کو نہ ہو فرق کوئی
نہ مجھے عشق ہو نہ عشق کا امکان رہے
وہ بھی اک روز مگر سوکھ ہی جائے عاصیؔ
تپشِ دھوپ میں کچھ روز جو گلدان رہے

کیسا دلکش حسیں ہے نام ان کا

کیسا دلکش حسیں ہے نام ان کا
کیسا ارفع ہے سب سے کام ان کا
میں تو نوکر انہی کے در کا ہوں
دل تو میرا ہوا غلام ان کا
کیسی پیاری ہے گفتگو ان کی
کیسا پیارا بھی ہے پیام ان کا
کیسی عظمت ہے ان کی عالم میں
دل میں کیسا ہے احترام ان کا
ان سے رشتہ بھی ہے عقیدت کا
ایک عزت کا ہے مقام ان کا
لمحہ لمحہ رہیں سلامت وہ
سر پہ سایہ رہے مدام ان کا

سینۂ دشت چیر کر دیکھا

سینۂ دشت چیر کر دیکھا
خواب میں قیس کا نگر دیکھا

یوں سمجھ لو کہ دیکھ لی جنت
اس کی آنکھوں کو بھی اگر دیکھا

آج دیکھا کے اس کو رستے میں
دیکھنا تو نہیں تھا پر دیکھا

اس نے آنکھوں سے کم کہ وار کیا
اپنی تلوار کا اثر دیکھا

بعد از ہجر خوش بھی ہے اس میں
ایک احاسِ غم مگر دیکھا

چھین لوں گا سیاہ شب سے اگر
تیرگی میں کوئی ثمر دیکھا

گمان سے تو لگا تھا بہت جہان حسین

گمان سے تو لگا تھا بہت جہان حسین
وہاں پہنچ کہ کھلا تھا فقط گمان حسین
اسے تو مفلسی نے کھا لیا کبھی وہ تو
بہادری کا الم اس پہ وہ جوان حسین
سکوں ملا ہمیں جب آئے تیری قدرت میں
وگرنہ ملتی کہاں اس قدر امان حسین
کسے خبر کہ اُداسی ہے اس کی اینٹوں میں
وگرنہ شکل سے لگتا تو ہے مکان حسین
تو پھر زبان نہیں ترجماں کو دیکھے گا
جو ساتھ میں ہو ترے کوئی ترجمان حسین

بجز تمہارے تو کوئی کہاں مجھے دے گا

بجز تمہارے تو کوئی کہاں مجھے دے گا
تمہارا ساتھ سکونِ جہاں مجھے دے گا
وہ اور دور بھی رہنے کو اس زمانے میں
قبائے زندگی دے گا مکاں مجھے دے گا
مکان عشق نے تو در بدر کیا لیکن
کوئی تو ہو گا ادھر جو اماں مجھے دے گا
میں بے خیال ہوں وہ آئے گا یقیناً اور
طلسمِ دشت میں بپھرا گماں مجھے دے گا
کبھی وہ دور بھی آئے گا دنیا دیکھے گی
سکونِ قلب دلِ ناتواں مجھے دے گا
مجھے بہار کی رونق میں دیکھ کر عاصیؔ
وہ جب بھی آئے گا آ کے خزاں مجھے دے گا

دشت کی گرم ہوا سے جو نکل جائیں گے

دشت کی گرم ہوا سے جو نکل جائیں گے
وہ سبھی ہیر کے گاؤں کی طرف آئیں گے

اپنے ہیں آپ یہاں کوئی ہمارا نہیں ہے
اپنا دل آپ بڑے طور سے بہلائیں گے

عین ممکن ہے زمانہ بھی نہ دھتکار ہی دے
ہم زمانے کو کوئی بات جو سمجھائیں گے

اعتبار اب نہیں ہے تیری فضاؤں پہ فلک
ہم پتنگیں بھی زمینوں پہ ہی لہرائیں گے

اور جن سوچوں نے ہم لوگ تباہ کر ڈالے
اپنے ہاتھوں سے سبھی سوچوں کو دفنائیں گے

پہلے گرویدہ کریں گے مجھے اپنا عاصیؔ
میرے عشاق مجھے بعد میں تڑپائیں گے

اس طریقے سے محبت کی فضا قائم ہو

اس طریقے سے محبت کی فضا قائم ہو
سر پہ تا عمر مرے کوئی دعا قائم ہو
آپ گھوریں نہیں کچھ بات کریں گے ورنہ
کاٹ دیتا ہوں میں جس سر پہ انا قائم ہو
جرم ثابت ہو گنہ گار محبت کا اگر
پھر بلا سوچ ہی اس سر سزا قائم ہو
سب شجر سوکھ چکے ہیں تو خدایا یوں ہو جائے
کاش اشجارِ محبت پہ ہوا قائم ہو
جو خطا ہے یہ محبت تو زمانہ سن لے
چاہتا ہوں کہ مرے سر پہ خطا قائم ہو
اس کو کس طرح سے ناکام کرے گی دنیا
جس کے سوچوں میں خرد اور خدا قائم ہو

سرِ زمیں تہِ فلک نہیں کوئی

سرِ زمیں تہِ فلک نہیں کوئی
بجز ترے حسیں نہیں کہیں کوئی
یہاں کا ہجر ہے قبول اے خدا
بتا اگر ہے دوسری زمیں کوئی
انہیں میں کاٹ کر کہیں پہ پھینک دوں
ابھی کہ دوست ہوں یا آستیں کوئی
خدا کا شکر آپ مجھ کو مل گئے
تلاش کر رہا ہوں میں نگیں کوئی
کوئی مری جبین دیکھتا رہا
میں دیکھتا رہا مگر جبیں کوئی
جو آ گیا نہ جانے دوں گا دور اسے
نظر کے دائرے میں دلنشیں کوئی

مَنافع اوروں کو اور خود فقط خسارے لئے

مَنافع اوروں کو اور خود فقط خسارے لئے
رکھے ہیں آپ نے رنج و الم ہمارے لیے
ہمارے ساتھ جو ہوتا تو ساتھ دے دیتے
تو دور ہے تو دعائیں بہت تمہارے لیے
میں چاہتا تھا فقط چیدہ چیدہ کہہ ڈالوں
جو شعر راز تھے وہ بھی غزل نے سارے لئے
میں چھپ رہا تھا سبھی پیاروں کو بچاتے ہوئے
اجل نے ڈھونڈ لیا اور ہم سے پیارے لئے
تلاش تھی کہ ہماری غزل نظر آئے
دکاندار سے ہم نے بہت شمارے لئے
ہمیں لگا تھا وفادار ہیں مگر وہ لوگ
ہمیں خبر نہ تھی ہم نے جفا سے وارے لیے

چمک رہا ہے اندھیرے میں آفتاب مرا

چمک رہا ہے اندھیرے میں آفتاب مرا
شبِ سیاہ نہیں کوئی بھی جواب مرا

ترا بھی خواب ہوا روشنی کے سنگ چلوں
جڑا ہوا ہے تری آنکھ میں بھی خواب مرا

ترے وجود سے میں ہو گیا ہوں بارونق
حسین تر ہے زمانے میں انتخاب مرا

ابھی تو جسم میں گردش پذیر ہے لیکن
کبھی تو پھیلے گا دنیا میں انقلاب مرا

چھپا ہے دنیا سے دنیا کی ساری رونق سے
فقط وہ مجھ پہ ہی کھلتا ہے آفتاب مرا

بہشت ٹھیک مگر روٹی بھی ضروری ہے
خدایا دے بھی جو بنتا ہے اب ثواب مرا

کر کے امداد اس نے مانگنا ہے

کر کے امداد اس نے مانگنا ہے
اپنا تھوکا ہی اس نے چاٹنا ہے
خاک پر سو گئے ہیں سب لیکن
ہم کو تو خاک پر ہی جاگنا ہے
یا خدا رزق دے ہمیں ہم نے
رزق لوگوں میں خوب بانٹنا ہے
کچھ اچھائی کا بھی ارادہ کر
جو بھی بوئے گا دوست کاٹنا ہے
دیکھے گا وہ مجھے یا سایہ مرا
اس نے کھڑکی سے جب بھی جھانکنا ہے
دور رہ دوستوں سے ان سب نے
تیر سینے پہ تیرے داغنا ہے

نیند آتی ہی نہیں ہے مجھے اب راتوں کو

نیند آتی ہی نہیں ہے مجھے اب راتوں کو
یاد کرتا ہوں مری جان تری باتوں کو
چمنستان جہاں حسن سے لبریز تو ہے
پر فقط غرق ہی کرتا ہے سبھی لوگوں کو
چین کو چھینتے تھے نیند اڑا دیتے تھے
میں بہا آیا ہوں اس انکھ سے سب خوابوں کو
انکھ سے عشق نمودار ہوا کرتے ہیں
گیلا کر دیتا ہوں ہر رات لیے تکیوں کو
تو گیا اور کہا لوٹ کے آ جاؤں گا
اور میں دیکھتا رہتا ہوں انہیں رستوں کو
بستے میں کاپی قلم اور کتابیں ہی ہیں
چور کیوں دیکھتے رہتے ہیں سبھی بستوں کو
میرے شعر بھی تو سدھر گئے

جو ادھر سے آئے، ادھر گئے، وہ ہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

جو ادھر سے آئے، ادھر گئے، وہ ہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
مجھے خود بھنور میں اتار کر میرے یار پار اتر گئے
ہمیں عشق پہ بڑا ناز تھا، وہی عشق ہم کو رلا گیا،
وہ گلی بہت تھی سجی ہوئی، نہ وہاں رہے، نہ ہی گھر گئے
وہ قرار پر جو قرار تھے، وہ جو عہد پر ہوئے عہد تھے،
جنھیں سانس میں تھا بسا لیا، وہ تو قول سے ہی مکر گئے
تجھے زندگی جو بنا لیا، تجھے بندگی میں بسا لیا،
تیرا حکم تھا ڈھلے شام نہ، میں پہنچ گیا تھا سہ پہر گئے
میں جوان تھا میرے گیت میں تیرا حسن تھا، تیرا نام تھا،
جونہی عمر ڈھلنے لگی میری، میرے شعر بھی تو سدھر گئے
میرے خون میں ہے وفا بھری، میرے لفظ لفظ میں روشنی،
وہ قلم قبیلے کا حسن ہیں، میرے بچے بھی میرے پر گئے
جونہی وہ شریک سفر بنے، تو یہ خواب میں ہوئے سانحے،
''وہ جدا ہوئے تو سنور گئے، ہم جدا ہوئے تو بکھر گئے''
کبھی رکھ رکھاؤ کے واسطے، کبھی مصلحت میں پھنسے ہوئے،
کئی محفلوں میں ارادتاً نہیں جانا تھا ہاں مگر گئے

یہ دل ونظر کے معاملے بھی عجیب ہیں، نہ سمجھ سکے،
جہاں رکنا تھا وہاں چل دئے، جہاں چلنا تھا واں ٹھہر گئے
تو قریب تھا تو یہ وحشتیں بھی ڈری ڈری تھیں، پرے پرے،
تیری بے رخی جو سبب بنی، میرے درد بھی تیرے سر گئے
نہ ہی دیپ ہے، نہ چراغ ہے، نہ ہی جگنوؤں کا گزر ہوا،
میری شب بنی ہے اماوسی، میرے چاند!! تم ہو کدھر گئے
یہ ستمگروں کا جہان ہے، میرے نوجوانو!! یہ جان لو!!
جو ڈرے نہیں وہ مہان ہیں، وہ جو ڈر گئے وہ ہی مر گئے
میرے شعر حسن بیان ہیں، میرے شعر جان جہان ہیں،
وہ ہی عاصی!! جن کو خبر نہیں، وہ تو کب کے دل سے اتر گئے
میرے شعر بھی تو سدھر گئے

میرے اعصاب پہ خوشیوں کے جہاں قبضہ کر

میرے اعصاب پہ خوشیوں کے جہاں قبضہ کر
میرے اعصاب پہ آہ وفغاں قبضہ کر
طاقت آئے گی تو سب ہوں گے ترے ساتھ میاں
تختۂ شاہ پلٹ اور وہاں قبضہ کر
دوست اعلانیہ جو ننگ عیاں کرنا ہے
اس لئے جا کہ تو اندھوں کے جہاں قبضہ کر
مجھے آزادی نہیں قید تری چاہیئے ہے
میری ہستی پہ مرے راحتِ جاں قبضہ کر
یہ غریب الغرباء لوگ ہیں سو تو عاصیؔ
ان کے خطے پہ مرے پیارے جواں قبضہ کر

ا

مارا فصل کپاسی نے

مارا فصل کپاسی نے
اس پر خوب اداسی نے
چھین لئے رشتے ناطے
دولت جو تھی اساسی نے
ہجر نے چھین لیا افلاک
اور زمین اداسی نے
پانی کو اپنا جانا
سوہنی پیار کی پیاسی نے
مار ہی ڈالا ہے عاصی
ہم کو دست شناسی نے

میں ڈھونڈ تا لوں کسی دن تری خدائی کو

میں ڈھونڈ تا لوں کسی دن تری خدائی کو
مٹا کے خاک کروں گا ملی جدائی کو
بدل کہ رکھ دوں گا عزت کی ذاتِ برکت میں
جو آپ پر ہے مری جان ہنسائی کو
رواج و رسم میں ڈوبے الگ شریعت سے
بنا لیا ہے معمہ ہی منہ دکھائی کو
جو عشق کر لے مگر چھوڑ دے تو ایسا کر
جو دودھ پی لے مگر چھوڑ دے ملائی کو
ذرا سا صبر و تحمل یقین کر عاصیؔ
میں روک دوں گا مرے عشق خاک اڑائی کو

حسن طاقت ہے تبھی جا کہ تری بات رہے

حسن طاقت ہے تبھی جا کہ تری بات رہے
اس کی آنکھوں کا جہانوں پہ طلسمات رہے

مشکلوں میں جو تجھے چھوڑے اسے چھوڑ دے تو
تحفہ دینا اسے اخلاص کا جو ساتھ رہے

کاش جو سخت شخص سرِ شام ملا ہے مجھ کو
کاش اب اس سے ہمیشہ ہی ملاقات رہے

وہ کسی وقت بھی اس رہ سے گزر سکتا ہے
دھیان پورا رہے اور خوب تری گھات رہے

آپ آتے ہیں میں آداب بجا لاتا ہوں
آپ کے سامنے کیا ہی مری اوقات رہے

دیکھنا جیت کے لوٹوں گا لڑائی عاصیؔ
میرے کندھوں پہ جو سالار کا ہی ہاتھ رہے

کہہ رہا تھا تری ہستی پہ ان عنایات کروں؟

کہہ رہا تھا تری ہستی پہ ان عنایات کروں؟
جب فرصت مجھے میں تجھ سے کوئی بات کروں؟
عین ممکن ہے نکل آؤں گا میں مشکل سے
دوست مشکل جو اگر خود پہ میں حالات کروں
دوست وہ شخص مجھے پنچ سمجھ لیتا ہے
احتراماً جو کسی شخص سے میں بات کروں
بس تخیل میں ہی کہتے ہو ملاقات کریں
سامنے آؤ گے تو تم سے ملاقات کروں
یہ ترا طرف ہے* میں ڈوب کہ مر نا جاؤں*
ایسے بے ہودہ اگر خلق خیالات کروں
یوں نہ ہو ان کا زمانے میں تو اعلان کرے
عاصیؔ جو راز کی باتیں میں ترے ساتھ کروں

کبھی کبھی تو خدا بھی دکھائی دیتا ہے

کبھی کبھی تو خدا بھی دکھائی دیتا ہے
کہ غلطیوں پہ بھی جب تو دہائی دیتا ہے

سبھی کے چہروں پہ آجاتا ہے غبارِ حسد
ہمارے حق میں اگر تو صفائی دیتا ہے

ہمیں قبول ہے ایسا خدا زمانے میں جو
ہمارے حصے کی ہم کو خدائی دیتا ہے

چلا ہوا ہے تبھی سانجھا کاروبار ابھی
ہمارے ہاتھ میں وہ پائی پائی دیتا ہے

تعلقات بڑھانے ہیں اس کے ساتھ مگر
کسی کا خواب ہمیں کیوں سجھائی دیتا ہے

تعلقات بچانے کی غرض ہے عاصیؔ
وگرنہ دوست ہمیں سب سنائی دیتا ہے

انہیں کے سنگ ہوں اے دوست ایک مدت سے

انہیں کے سنگ ہوں اے دوست ایک مدت سے
میں ڈر رہا ہوں مگر خامشی سے خلوت سے
کمال ہم نے کِیا خامشی کی طاقت سے
نہ باز آیا جفاؤں کی جب روایت سے
عظیم رتبہ ملا نام رہ گیا مجنوں
تڑپ رہا تھا وہ جب عاشقی کی حدت سے
حقوق کھا کے کسی کے وہ پا تو لے گا مگر
عضب ملے گا اسے اس ہی تاج وخلعت سے
میں زحمتوں میں تو ہوں پر جہان کے مالک
نہیں ہوا ہوں میں مایوس تیری رحمت سے
کہاں پہ ہو گا خدا جانتا ہے عاصیؔ میاں
نظر میں آیا نہیں دوست ایک مدت سے

ہجر کو خونِ جگر کہتے ہو

ہجر کو خونِ جگر کہتے ہو
عشق کا چھاپا اثر کہتے ہو

"تم سے ہے پیار" سکوں مل جائے
ہم سے یہ بات اگر کہتے ہو

ہم جسے کہتے ہیں نیچی حرکت
دوست تم اس کو ہنر کہتے ہو

قیس کے ماننے والے ہو تبھی
دشت تنہائی کو گھر کہتے ہو

ہجر کو قیس ملا ہے اور تم
اس کو برباد ثمر کہتے ہیں

ہم کو جب چھوڑ چکے ہو عاصی
ہم سے کیوں بارِ دگر کہتے ہو

پنجابی کلام

وقتی ساتھی یار نئیں ہوندا

وقتی ساتھی یار نئیں ہوندا
پگ والا سردار نئیں ہوندا
دنیا نفرت بھر دیندی اے
کِس دل دے وچ پیار نئیں ہوندا
بلیاں کُتے چٹ لیندے نیں
دودھ ڈلیا بیکار نئیں ہوندا
اوکھا پینڈا کر بیٹھے آں
سوکھا پینڈا پار نئیں ہوندا
رشتے اونج بتھیرے ہوندے
ہر کوئی رشتے دار نئیں ہوندا
میرا حق وی کھا بیٹھے او
ایداں تے سرکار نئیں ہوندا
کم ہوندے نیں وکھرے وکھرے
بندہ کوئی بیکار نئیں ہوندا

دین دے ٹھیکے داراں وچوں
کیڑا دنیا دار نئیں ہوندا
جان ناں منگی ساڈے کولوں
ساڈے توں انکار نئیں ہوندا
او جے نیک نا ہوندا عاصیؔ
میں وی دنیا دار نئیں ہوندا

جت جاندے جو جر جاندے نیں

جت جاندے جو جر جاندے نیں
میرے ورگے ہر جاندے نیں
ویر میرے نوں کجھ نا آکھو
ویر ویراں نال کر جاندے نیں
ساڈے ککھ وی نیو تردے
اہدھے لوہے تر جاندے نیں
خورے کھہڑے پھٹ نیں جیڑے
بھردے بھردے بھر جاندے نیں
کیسے پین پرا نیں عاصیؔ
پیسے پچھے مر جاندے نیں

پارا ایں تے تُلدا کیوں نئیں

پارا ایں تے تُلدا کیوں نئیں
جے ککھ ایں تے رُلدا کیوں نئیں
جس نے تینوں مار مکایا
اس ویری نوں بُھلدا کیوں نئیں
خالی چھلکی جاناں ایں ایویں
بھریا ایں تے ڈُلدا کیوں نئیں
عشق جے سانوں کرنا ایں تے
ساڈے رنگ اچ گُھلدا کیوں نئیں
چھوٹ اے اندرو اندر سارا
جے سچ اے تے کُھلدا کیوں نئیں
نوہاں کولوں ماس چھڑانا اوکھا نئیں
اج کل دا تے پیار نبھانا اوکھا نئیں
توں تے لندن دے وچ رہناں ایں
ایتھے سنیا مال کمانا اوکھا نئیں
جے مذہب دی ہٹی پا کہ بہہ جائیے
شہرت طاقت مال کمانا اوکھا نئیں
جد تک ملاں مفتی جیوندے دنیا تے

نفرت دی دیوار اٹھانا اوکھا نئیں
شعر ہووے جے اپنا آپ کیا ہووے
لکھاں دے وچکار سنانا اوکھا نئیں
بُھل کے اونوں عاصی جان گیا واں میں
بُھل جاوے جے یار بُھلانا اوکھا نئیں

نوہاں کولوں ماس چھڑانا اوکھا نئیں

نوہاں کولوں ماس چھڑانا اوکھا نئیں
اج کل دا تے پیار نبھانا اوکھا نئیں

توں تے چنا لندن دے وچ رہناں ایں
ایتھے سنیا مال کمانا اوکھا نئیں

جے مذہب دی ہٹی پا کہ بہہ جایئے
شہرت طاقت مال کمانا اوکھا نئیں

جد تک ملاں مفتی جیوندے دنیا تے
نفرت دی دیوار اٹھانا اوکھا نئیں

شعر ہووے جے اپنا آپ کیا ہووے
لکھاں دے وچکار سنانا اوکھا نئیں

بُھل کے اونوں عاصی جان گیا واں میں
بُھل جاوے جے یار بُھلانا اوکھا نئیں

WRITER
POET
MAGNIFICENT POET

تعارف مصنّف

رانا عبدالرزاق خاں کاٹھگڑھی، لندن

رانا عبدالرزاق خاں عاصی صحرائی

پیدائش : 13 اپریل۔ 1951 ککی نوشورکوٹ ضلع جھنگ پنجاب پاکستان؛

تعلیم: میٹرک ایف اے۔ ربوہ جھنگ۔ تعلیم الاسلام سکول وکالج ربوہ پاکستان۔
بی اے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

ملازمت: پیکجز لمیٹڈ لاہور۔ 1972.1975۔ ملازمت بیرون ملک بحرین عربین گلف۔ 1975.1984

واپسی پاکستان: چک 2 ٹی ڈی اے خوشاب۔ تقرر نمبردار۔

1988۔ انتخاب صدر جماعت احمدیہ چک 2 ٹی ڈی اے خوشاب وقائد مجلس خدام الاحمدیہ خوشاب۔

1990۔ ممبر مجلس عاملہ ضلع خوشاب

1997۔ ناظم انصاراللہ ضلع خوشاب۔

2001۔ انتخاب بطور امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع خوشاب۔

2001۔ سیکرٹری مال ضلع خوشاب۔

2004۔ سیکرٹری دعوت الی اللہ ضلع خوشاب۔

2005۔ آمد لندن یو کے۔ ٹوٹنگ وانڈز ورتھ۔

2006۔ وقف مجلس انصاراللہ جماعت احمدیہ یو کے۔

2008۔ مجلس شعروسخن لندن فورم کا قیام۔

2010۔ ڈیلی یو کے ٹائمز میں کالم نگاری۔

2011۔ مدیر گوشہ ادب ڈیلی یو کے ٹائمز لندن۔

2013۔ جنوری میں ماہنامہ ’’قندیل ادب‘‘ جاری کیا۔

2013۔ نامزدگی سیکرٹری اشاعت TICOSA تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یو کے۔

2014۔ سیکرٹری تجنید TICOSA تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یو کے۔

2016۔ جنرل سیکرٹری TICOSA تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یو کے۔

2017۔ ’’قندیل حق‘‘ 500 صفحات کی کتاب شائع ہوئی۔ ’’قندیل علم‘‘ 510 صفحات کی کتاب شائع ہوئی۔ ’’دانشکدہ عظیم‘‘ 650 صفحات شائع ہوئی۔ ان سب کتب کو بہت پذیرائی ملی۔

2018۔ ایڈیٹر ماہنامہ ’’المنار‘‘ یو کے۔

2019۔ جنوری میں سہ ماہی ’’قندیل حق‘‘ جاری کیا۔ 20 شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

2020۔ چوہدری ظفراللہ خان کے متعلق ایک 615 صفحات کی کتاب ’’سپوتِ ایشیا‘‘ کے نام سے کتاب منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کو بھی بہت پذیرائی ملی۔

2020۔ جنرل سیکرٹری TiCOSA تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یو کے۔

2023۔ ’’تاریخ احمدیت کاٹھگڑھ‘‘ کی اشاعت۔

2023۔ قندیل شعروسخن لندن کے زیراہتمام 300 مشاعروں کا انعقاد مکمل۔

2023۔ ’’قندیل صحرائی‘‘۔ غزلوں کا مجموعہ منظر عام پر آیا۔

10 کتب شائع ہو چکی ہیں۔ 300 عالمی اور مقامی مشاعرے کرا چکے ہیں۔ کئی تنظیموں کے عہدیدار ہیں۔ بہت سوشل ورک کیا ہے۔